ماہنامہ
جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

جلد نمبر 33... شمارہ نمبر 04... اپریل 2025

Registered No. CPL-13

انسانی حقوق کے عالمی دن

جنوری
27 جنوری ہولوکاسٹ کے متاثرین کی یاد میں دعائیہ تقریب کا عالمی دن

فروری
4 فروری کینسر کا عالمی دن
6 فروری خواتین کے تولیدی اعضاء کو کاٹنے کی ممانعت کا عالمی دن
13 فروری ریڈیو کا عالمی دن (یونیسکو)
20 فروری سماجی انصاف کا عالمی دن
21 فروری مادری زبان کا عالمی دن (یونیسکو)

مارچ
یکم مارچ امتیاز کے خاتمے کا دن (یواین ایڈز)
3 مارچ جنگلی حیات کا عالمی دن
8 مارچ خواتین کا عالمی دن
15 مارچ اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد
15 مارچ صارفین کے حقوق کا عالمی دن
20 مارچ خوشی کا عالمی دن
21 مارچ نسلی امتیاز کے خاتمے کا عالمی دن
21 مارچ شاعری کا عالمی دن (یونیسکو)
21 مارچ نوروز کا عالمی دن
21 مارچ پیدائشی ذہنی معذوری کا عالمی دن
21 مارچ جنگلات اور درخت کا عالمی دن
22 مارچ پانی کا عالمی دن
23 مارچ موسمیات کا عالمی دن (ڈبلیو ایم او)
24 مارچ تپ دق کا عالمی دن
24 مارچ انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزیوں سے متعلق حقائق کو جاننے کے حق اور متاثرین کی عزت نفس کا عالمی دن
25 مارچ غلامی اور غلاموں کی سمندر پار تجارت کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
25 مارچ عملے کے زیر حراست اور لاپتہ اراکین سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

اپریل
2 اپریل خود فکری سے آگاہی کا عالمی دن
4 اپریل کانوں سے متعلق آگاہی اور کانوں سے متعلقہ کارروائیوں میں معاونت کا عالمی دن
6 اپریل ترقی اور امن کے لیے کھیل کا عالمی دن
7 اپریل روانڈا کے قتل عام کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
7 اپریل صحت کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
12 اپریل خلا میں انسانی پرواز کا عالمی دن
22 اپریل مادر ارض کا عالمی دن
23 اپریل کتاب اور حق اشاعت کا عالمی دن
23 اپریل انگریزی زبان کا عالمی دن
25 اپریل ملیریا کا عالمی دن۔(ڈبلیو ایچ او)
26 اپریل ایجاد کے حقوق کا عالمی دن (وپیو)
28 اپریل دوران ملازمت سلامتی اور صحت کا عالمی دن
29 اپریل کیمیائی جنگ کے تمام متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
30 اپریل جاز (موسیقی) کا عالمی دن

مئی
3 مئی آزادی صحافت کا عالمی دن
8-9 مئی دوسری جنگ عظیم میں جاں بحق ہونے والے افراد کو یاد کرنے اور ان سے یکجہتی کا دن
10-11 مئی نقل مکانی کرنے والے پرندوں کا عالمی دن (یواین ای پی)
13 مئی ''ویساک'' پورے چاند کا عالمی دن
15 مئی کنبوں کا عالمی دن
17 مئی ٹیلی مواصلات اور معلوماتی اداروں کا عالمی دن (آئی ٹی یو)
21 مئی بحث مباحث اور ترقی کے لیے ثقافتی تنوع کا عالمی دن
22 مئی حیاتیاتی تنوع کا عالمی دن
23 مئی زچگی کے دوران پیدا ہونے والے گھاؤ کے خاتمے کا عالمی دن
29 مئی اقوام متحدہ کے امن فوجی دستوں کا عالمی دن
31 مئی تمباکو نوشی کی ممانعت کا عالمی دن

جون
یکم جون والدین کا عالمی دن
4 جون جارحیت سے متاثرہ معصوم بچوں کا عالمی دن
5 جون ماحول کا عالمی دن (یواین ای پی)
8 جون سمندروں کا عالمی دن
12 جون چائلڈ لیبر کے خلاف عالمی دن
14 جون خون کا عطیہ دینے والوں کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
15 جون بزرگوں سے ناروا سلوک سے آگاہی کا عالمی دن
17 جون زمین کے صحرا بُرد ہونے اور خشک سالی پر قابو پانے کا عالمی دن
20 جون مہاجرین کا عالمی دن
23 جون اقوام متحدہ کا خدمات عامہ کا دن
23 جون بیواؤں کا عالمی دن
25 جون ملاحوں کا عالمی دن (آئی ایم او)
26 جون ادویات کے غلط استعمال اور غیر قانونی نقل وحمل کے خلاف عالمی دن
26 جون تشدد کے متاثرین کی حمایت میں اقوام متحدہ کا عالمی دن

جولائی
5 جولائی تعاون کنندگان کا عالمی دن (جولائی کا پہلا ہفتہ)
11 جولائی آبادی کا عالمی دن
18 جولائی نیلسن منڈیلا کا عالمی دن
28 جولائی ہیپاٹائٹس کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
30 جولائی دوستی کا عالمی دن
30 جولائی انسانی سمگلنگ کے خلاف عالمی دن

اگست
9 اگست دنیا بھر کے مقامی افراد کا عالمی دن
12 اگست نوجوانوں کا عالمی دن
19 اگست انسانیت پسندی کا عالمی دن
23 اگست غلاموں کی تجارت کی یاد آوری اور اس کے خاتمے کا عالمی دن (یونیسکو)
29 اگست جوہری تجربات کے خلاف عالمی دن
30 اگست جبری گمشدگیوں کے متاثرین کا عالمی دن

ستمبر
5 ستمبر خیرات کا عالمی دن
8 ستمبر خواندگی کا عالمی دن (یونیسکو)
12 ستمبر اقوام متحدہ کا جنوب۔جنوب اشتراک کا دن
15 ستمبر جمہوریت کا عالمی دن
16 ستمبر اوزون کی تہہ کے تحفظ کا عالمی دن
21 ستمبر امن کا عالمی دن
25 ستمبر ساحلی علاقوں کا عالمی دن (ستمبر کا آخری ہفتہ)
26 ستمبر جوہری ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کا عالمی دن
27 ستمبر سیاحت کا عالمی دن (یواین ڈبلیو ٹی او)

اکتوبر
یکم اکتوبر معمر افراد کا عالمی دن
2 اکتوبر عدم تشدد کا عالمی دن
5 اکتوبر اساتذہ کا عالمی دن (یونیسکو)
6 اکتوبر جائے پیدائش کا عالمی دن (اکتوبر کا پہلا سوموار)
9 اکتوبر ڈاک کا عالمی دن
11 اکتوبر بچیوں کا عالمی دن
13 اکتوبر آفات میں کمی کا عالمی دن
15 اکتوبر دیہی خواتین کا عالمی دن
16 اکتوبر خوراک کا عالمی دن (ایف اے او)
17 اکتوبر غربت کے خاتمے کا عالمی دن
24 اکتوبر اقوام متحدہ کا دن
24 اکتوبر ترقی سے متعلق معلومات کا عالمی دن
27 اکتوبر سماعتی وبصری ورثے کا عالمی دن (یونیسکو)

نومبر
2 نومبر صحافیوں کے خلاف جرائم کے حوالے سے سزا سے استثنٰی کے خاتمے کا عالمی دن
6 نومبر جنگ اور مسلح تنازعات کے دوران ماحول کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کا عالمی دن
10 نومبر امن اور ترقی کے لیے سائنس کا عالمی دن
14 نومبر ذیابیطس کا عالمی دن
16 نومبر رواداری کا عالمی دن
16 نومبر ٹریفک حادثات کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن (نومبر کا تیسرا اتوار)
19 نومبر بیت الخلاء کا عالمی دن
20 نومبر بچوں کا عالمی دن
20 نومبر فلسفے کا عالمی دن (نومبر کی تیسری جمعرات)
21 نومبر ٹیلی ویژن کا عالمی دن
22 نومبر صنعت کاری کا عالمی دن
25 نومبر خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کا عالمی دن
29 نومبر فلسطینی عوام سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

دسمبر
یکم دسمبر ایڈز کا عالمی دن
2 دسمبر غلامی کے خاتمے کا عالمی دن
3 دسمبر معذور افراد کا عالمی دن
5 دسمبر معاشی اور سماجی ترقی کے لیے رضا کاروں کا عالمی دن
5 دسمبر زرعی زمین کا عالمی دن
7 دسمبر شہری ہوابازی کا عالمی دن
9 دسمبر بدعنوانی کے انسداد کا عالمی دن
10 دسمبر انسانی حقوق کا عالمی دن
11 دسمبر پہاڑوں کا عالمی دن
18 دسمبر تارکین وطن کا عالمی دن
20 دسمبر انسانی یکجہتی کا عالمی دن

فہرست

پریس ریلیز	03
ریاستِ پاکستان کو کھلا خط: پاکستان میں سماجی تحفظ کے حق کی حفاظت کی طرف پیش قدمی	04
بلوچستان کے رِستے زخم	05
دکی، بلوچستان میں کوئلے کی کانوں کی بندش کے ذریعہ معاش پر اثرات	06
صنفی برابری اور انسانی حقوق کی پاسداری کے بغیر پائیدار ترقی محض ایک خواب	08
متجنس خواتین کی شناخت کی جدوجہد	08
ساجد حسین بلوچ اور غریبوں کے بچے	09
عورت پر غیرت اور مرد کی آزادی۔ آخر یہ دوہرا معیار کیوں؟	10
کراچی میں غیرت کے نام پر قتل ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ	11
پاکستان: خواتین کی اجرتیں مردوں کے مقابلے میں 25 فیصد کم، آئی ایل او	13
دنیا کے ایک چوتھائی ممالک میں خواتین کے حقوق زوال پذیر، رپورٹ	14
قلم آزاد	15
پاکستان میں پسے ہوئے محنت کشوں کے سماجی تحفظ کے حق کی ایڈووکیسی	16

سول سوسائٹی انسانی حقوق کے بحران کے پُر امن حل کا مطالبہ کرتی ہے

سول سوسائٹی کے گروپس اور نیٹ ورکس نے وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ملک بھر میں جاری انسانی حقوق کے متعدد بحرانوں کو فوری طور پر حل کریں۔

ریاستی جبر میں اضافے، طاقت کے ذریعے اختلاف رائے کو دبانے، صحافتی آزادی پر قدغن اور طرزِ حکمرانی پر اسٹیبلشمنٹ کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ نے شدید عوامی بے چینی کو جنم دیا ہے۔ صحافیوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کی مختصر مدت کے لیے جبری گمشدگیاں اب سخت تشویش کا باعث بن چکی ہیں۔

جمہوری طرزِ حکمرانی کی جگہ اسٹیبلشمنٹ کے بڑھتے ہوئے کردار نے لے لی ہے۔ 'گرین انیشی ایٹو' جیسے منصوبے کارپوریٹ اور عسکری اداروں کو ملک کے قدرتی وسائل پر غیر منصفانہ کنٹرول فراہم کر رہے ہیں، جس کے نتیجے میں مقامی برادریاں نظرانداز ہو رہی ہیں۔ عدلیہ میں سیاسی مداخلت کے الزامات نے قانونی نظام پر عوام کے اعتماد کو بھی شدید نقصان پہنچایا ہے۔

مذہبی انتہا پسندی کو کمزور طبقوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، خاص طور پر پنجاب میں احمدی برادری کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ پاکستان کے سرحدی علاقوں، بالخصوص خیبر پختونخوا میں، شدت پسندوں کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ نے عام شہریوں کو تشدد اور بھتہ خوری کے سامنے بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے، جس کے نتیجے میں خوف کا ایک مسلسل ماحول پیدا ہو چکا ہے۔

بلوچستان میں بنیادی حقوق کے حصول کی جدوجہد کو ریاست کی جانب سے 'دہشت گردی' قرار دیا جا رہا ہے۔ صوبے میں سیاسی مکالمے کا آغاز کرنے کے بجائے حکام نے مظاہرین کے خلاف طاقت کا بے جا استعمال جاری رکھا ہوا ہے، جس میں بڑے پیمانے پر گرفتاریاں بھی شامل ہیں۔ ساتھ ہی، عسکری گروہ بھی شہریوں کو نشانہ بنانے میں شدت اختیار کر چکے ہیں۔ سندھ میں دریائے سندھ پر متنازع نہروں کی تعمیر کے خلاف احتجاج مزید شدت اختیار کر گیا ہے، کیونکہ اس اقدام کو عوام کے ماحولیاتی حقوق پر براہِ راست حملہ تصور کیا جا رہا ہے۔

وفاقی حکومت اور حزبِ اختلاف اب تک ملک کے مستقبل پر انتہائی ضروری اتفاقِ رائے قائم کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ پارلیمنٹ کا کردار محدود ہو چکا ہے، اور قوانین کو بغیر کسی غور و خوض کے عجلت میں منظور کیا جا رہا ہے۔ دوسری جانب، مہنگائی کا تسلسل، نوجوانوں میں بے روزگاری اور محنت کشوں کے حقوق کی خلاف ورزیاں بدستور جاری ہیں۔ کم از کم اجرت سے متعلق قوانین پر عمل نہیں کیا جا رہا، پنشنرز کو ان کا حق نہیں دیا جا رہا، اور سرکاری و نجی اداروں کے ملازمین کو تنخواہوں میں تاخیر کا سامنا ہے۔

سول سوسائٹی کے نمائندگان نے درج ذیل مطالبات پیش کیے ہیں:

1۔ بلوچستان کے بحران کا سیاسی حل نکالا جائے، جبری گمشدگیوں کا خاتمہ کیا جائے اور حالیہ احتجاج کے بعد گرفتار کیے گئے تمام افراد کو غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے۔
2۔ دریائے سندھ پر نہروں کی تعمیر کو فوری طور پر روکا جائے اور پانی کے استعمال سے متعلق شفاف پالیسی بنائی جائے جو عوام کی خواہشات کی عکاس ہو۔
3۔ زرعی ترقی کے نام پر کارپوریٹ لینڈ گریبنگ (زمین پر ناجائز قبضے) کا خاتمہ کیا جائے۔
4۔ پیکا سمیت تمام جابرانہ قوانین کا خاتمہ کیا جائے اور شہری آزادیوں کو محدود کرنے والی پالیسیاں واپس لی جائیں۔
5۔ سندھ اور دیگر علاقوں میں بے زمین کسانوں میں سرکاری اراضی منصفانہ طور پر تقسیم کی جائے۔

منجانب:

اسد اقبال بٹ، چیئرپرسن، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

مہناز رحمان، ممبر ویمنز ایکشن فورم (کراچی)

خلیق جونیجو، چیئرمین جئے سندھ محاذ

ناصر منصور، سیکریٹری جنرل نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن

ریاض شیخ، ڈین آف آرٹس، زابسٹ یونیورسٹی

بیرسٹر صلاح الدین احمد

ریاستِ پاکستان کو کھلا خط: پاکستان میں سماجی تحفظ کے حق کی حفاظت کی طرف پیش قدمی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کا خیال ہے کہ کمزور اور کم آمدنی والے محنت کشوں کو سماجی تحفظ کا حق فراہم کیا جائے تاکہ وہ بڑھاپے، بے روزگاری، بیماری، چوٹ، بچے کی پیدائش اور زچگی، اور زیر کفالت افراد کی دیکھ بھال کے لیے ضروری اخراجات پورے کر سکیں۔

یہ حق آئین کے آرٹیکل 38 کے تحت محفوظ ہے، جس کے تحت ریاست لوگوں کی فلاح و بہبود کو محفوظ بنانے اور اس بات کو یقینی بنانے کی پابند ہے کہ وہ روزی کمانے کے قابل نہ ہونے کی صورت میں بھی خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال جیسی ضروریات تک رسائی حاصل کر سکیں۔ سماجی تحفظ کا حق انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کے آرٹیکل 22 میں بھی بیان کیا گیا ہے اور یہ لوگوں کے وقار کے حق اور دیگر شہری، سیاسی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق کو استعمال کرنے کی ان کی صلاحیت کے لیے ناگزیر ہے۔

اس کے باوجود پاکستان میں زیادہ تر لوگ بڑھاپے میں بیماری، بے روزگاری اور غربت کے خطرے سے تحفظ کے بغیر رہتے اور کام کرتے ہیں۔ مزید برآں، سماجی تحفظ کے موجودہ نظام میں بنیادی طور پر رسمی شعبے کے محنت کشوں کو شامل کیا گیا ہے، جس سے تقریباً 75 فیصد لیبر افرادی — جو غیر رسمی شعبے سے منسلک ہے — اس طرح کے فوائد تک رسائی سے محروم ہے۔ غیر رسمی محنت کشوں کے اخراج کا ان خواتین پر بھی غیر متناسب اثر پڑتا ہے، جو غیر رسمی مزدوری کا ایک اہم حصہ ہیں۔

تقریباً 140,000 آجر ایمپلائیز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹی ٹیوشن (ای او بی آئی) کے ساتھ رجسٹرڈ ہیں، لیکن صرف ایک تہائی باقاعدہ اپنے واجبات ادا کرتے ہیں۔ ای او بی آئی کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ صرف 4.3 فیصد بزرگ آبادی کو پنشن کی ادائیگی فنڈ سے ملتی ہے، اور خود ملازمت کرنے والے افراد فوائد کے مستحق نہیں تصور کیے جاتے۔ مزید برآں، بیوروکریٹک یا تکنیکی رکاوٹوں کی وجہ سے سماجی تحفظ کے موجودہ پروگراموں تک رسائی حاصل کرنا اکثر مشکل ہوتا ہے، اور وہ اکثر ناکافی فنڈنگ اور بدنظمی کا شکار رہتے ہیں، جس سے ضرورت مندوں کے لیے مدد محدود ہو جاتی ہے۔

رہن سہن کے اخراجات سے متعلق حالیہ بحران، آمدنی میں بڑھتی ہوئی عدم مساوات اور موسمیاتی آفات کے بڑھتے ہوئے واقعات کے پیش نظر، پاکستان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے سماجی تحفظ کے پروگراموں کے دائرہ کار اور پیمانے کو مضبوط کرے تاکہ کمزور افراد اور گھرانوں کو غربت میں گرنے سے روکا جا سکے۔ یہ تجویز کرنے کے لیے بھی پختہ شواہد موجود ہیں کہ بہتر سماجی تحفظ سے بچوں کی اسکول سے باہر ہونے کی تعداد میں کمی آئے گی، بچوں کی نشوونما میں حائل مسائل دور ہوں گے، زچگی کی صحت کے اشارے بہتر ہوں گے، اور گھریلو تشدد اور کم عمری کی شادی کے واقعات میں کمی آئے گی۔

ایچ آر سی پی کا پختہ یقین ہے کہ سماجی تحفظ کے حق کو پورا کرنا دستیاب وسائل سے زیادہ سیاسی منشاء کا معاملہ ہے، عالمی ادارہ محنت (آئی ایل او) کے اندازوں کے مطابق بلا امتیاز تمام محنت کشوں کو سماجی تحفظ کی فراہمی پر پاکستان کی جی ڈی پی کے 3 فیصد سے بھی کم لاگت آئے گی۔ اسی مناسبت سے، ایچ آر سی پی ریاست کو درج ذیل سفارشات پیش کرتا ہے:

- آئی ایل او کے سوشل سیکورٹی (کم سے کم معیارات) کنونشن 1952 (نمبر 102) کی توثیق کی جائے اور اسے ملکی قوانین کے ذریعے نافذ کیا جائے تاکہ ملک کے شہری اور باشندے سماجی تحفظ کے حق کی خلاف ورزیوں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر سکیں۔
- آئی ایل او کی سفارشات R162 (عمر رسیدہ محنت کشوں کی حفاظت سے متعلق، جو ملازمت اور پیشے میں زیادہ مشکلات کا سامنا کرتے ہیں) اور R202 سوشل پروٹیکشن فلورز کے قیام اور نفاذ سے متعلق) سماجی تحفظ کے پروگراموں کو وضع کرنے کے لیے رہنما اصولوں کے طور پر استعمال کی جائیں۔
- ای او بی آئی اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام جیسے موجودہ نظاموں کا دائرہ اور استعداد بڑھائی جائے۔
- ایسے قوانین اور پالیسیاں تیار کریں جو آزاد پیشہ ور مزدوروں، دیگر غیر رسمی محنت کشوں اور دستی اور یومیہ اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کے سماجی تحفظ کے حق کی حفاظت کریں۔
- اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ لوگ جو رابطہ سازی کی جدید ٹیکنالوجی تک رسائی نہیں رکھتے یا ڈیجیٹل خواندگی سے محروم ہیں وہ سماجی تحفظ کے پروگراموں تک رسائی سے محروم نہ رہیں۔
- طویل المدتی لائحہ عمل کے طور پر، مستحقین کا انتخاب محض ان کے ذرائع آمدن کی بنیاد پر نہ کریں بلکہ آفاقی سماجی تحفظ کے نظام کی طرف بڑھیں جو زندگی کے مختلف درجات اور مراحل کا احاطہ کرتے ہیں، خاص طور پر بچوں، بے روزگاروں، بوڑھوں، دیکھ بھال کرنے والوں اور معذوریوں سے متاثر افراد کی مدد کے لیے۔

آپ کا مخلص

اسد اقبال بٹ

چیئر پرسن۔ ایچ آر سی پی

جہدِ حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔ جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہدِ حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہدِ حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے

ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوانِ جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

بلوچستان کے رِستے زخم

زاہد حسین

ملک میں پُرتشدد حملوں کی حالیہ لہر نے اقتدار کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے لیکن اب تک غلطیوں کی نشاندہی اور انہیں درست کرنے کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں ہوسکی۔ نہ کبھی اپنی کوتاہی سمجھنے کی کوشش کی گئی اور نہ کبھی اس حوالے سے غور کیا گیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں حالیہ دہشتگردانہ حملے ملک کو لاحق ایک انتہائی وسیع خطرے کی یاددہانی کرواتے ہیں جبکہ یہ خطرہ اب سب سے زیادہ خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے۔

دونوں صوبوں کو لاحق سیکیورٹی کے خطرات مختلف نوعیت کے ہیں لیکن ان دونوں کا امتزاج اس خطرے کو پیچیدہ بناتا ہے۔ بیرونی عناصر اور اندرونی عدم استحکام نے حکومت کے لیے چیلنجز کو مزید سنگین رخ دیا ہے۔ یہ ایسی صورت حال ہے جس سے نمٹنے کے لیے اسٹریٹجک منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ سب سے اہم سبق یہ ہے کہ لوگوں کو مجبور کرنے اور انہیں حقوق دینے سے انکار سے حالات مزید خراب ہوتے ہیں۔

بلوچستان میں جو ہو رہا ہے وہ دہائیوں سے وسیع پیمانے پر رائج ہماری ناقص پالیسیز کا نتیجہ ہے۔ فوجی کارروائیوں کی صورت میں ردعمل دینے سے سیاسی مسائل نے بہت سے لوگوں کو عسکریت پسندی کی جانب دھکیلا ہے۔ ایک ایسی صوبائی انتظامیہ جو کہ سیاسی انجینئرنگ کا نتیجہ ہے اور جسے سیکیورٹی اسٹیبلشمنٹ کی حمایت حاصل ہے، تباہی کے دہانے پر ہے۔ بہت سے حلقے اسے صوبے میں تقریباً خانہ جنگی کی صورت حال کے طور پر دیکھتے ہیں جہاں باغیوں کا بیانیہ غالب ہے۔

چھوٹے پیمانے پر شروع ہونے والے ایک تنازعہ نے گزشتہ دو دہائیوں سے صوبے کو اپنی لپیٹ میں لیے رکھا ہے اور اب یہ تیزی سے ایک مکمل شورش میں تبدیل ہو چکا ہے جہاں مقامی آبادی ریاست کی جانب سے نظرانداز کیے جانے کے احساس کے زیرِاثر ہے۔ صوبائی انتظامیہ کی رٹ کم ہونے پر علیحدگی پسند گروہ صوبے میں حملے کر رہے ہیں۔

ٹرین ہائی جیکنگ کے چند روز بعد ایک بس کے قریب دھماکا ہوا جس میں سیکیورٹی اہلکار شہید اور زخمی ہوئے۔ حملوں کی تازہ لہر میں زیادہ تر سیکیورٹی اہلکاروں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ یہ علیحدگی پسندوں کی جانب سے حملے کرنے کی بڑھتی ہوئی صلاحیتوں کو ظاہر کرتا ہے جو اب ہائی پروفائل حملے کر رہے ہیں۔ یہ حملے تیزی سے وسیع پیمانے پر پھیل رہے ہیں۔

رواں سال جنوری میں مبینہ طور پر بھاری ہتھیاروں سے لیس درجنوں عسکریت پسندوں نے ضلع خضدار میں لیویز اسٹیشن پر حملہ کیا اور شہر کے اطراف میں اپنی چوکیاں قائم کر دیں۔ اگرچہ یہ حملہ صرف چند گھنٹوں تک جاری رہا لیکن اس واقعے نے عموماً عسکریت پسندوں کی 'ہٹ اینڈ رن' حکمت عملی سے کنٹرول حاصل کرنے کی روش کی جانب اشارہ کیا۔ سڑکوں پر بھی رکاوٹیں لگانے کا سلسلہ بھی زیادہ ہو گیا۔ گزشتہ ماہ ضلع قلات میں رات گئے ہونے والے باغیوں کے حملے میں 18 فوجی جان سے گئے تھے جو کہ کسی بھی واقعے میں سیکیورٹی اہلکاروں کی سب سے زیادہ اموات تھیں۔

سال 2024ء میں پاکستان میں دس سالوں میں سب سے زیادہ دہشتگردی کے واقعات رونما ہوئے۔ ان میں سے زیادہ تر باقاعدہ ٹارگٹڈ حملے تھے لیکن مبینہ طور پر عسکریت پسندوں کی سیکیورٹی فورسز کے ساتھ جھڑپیں بھی ہوئیں جبکہ صوبے کو ملک کے دیگر حصوں سے ملانے والی شاہراہوں کو بھی بند کیا گیا۔ حالیہ غیر مصدقہ فوٹیج میں مسلح افراد صوبے کے دوسرے بڑے شہر تربت کی سڑکوں پر آزادانہ گشت کر رہے ہیں۔ سرکاری اہلکاروں کو بھی نشانہ بنایا گیا جبکہ شورش زدہ اضلاع میں مکمل تباہی کے مناظر تھے۔

بلوچ علیحدگی پسند دھڑوں بالخصوص بلوچ لبریشن آرمی (بی ایل اے) کی جانب سے پُرتشدد حملوں میں گزشتہ سال تقریباً 225 افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ زیادہ تر حملے ایسے علاقے میں ہوئے ہیں جو طویل عرصے سے سیاسی عدم اطمینان کا مرکز رہے ہیں۔ ہر دہشتگردانہ حملے کے نتیجے میں فوج نے ایک نئے متحرک آپریشن کا آغاز کیا۔ سب سے زیادہ متاثر ہونے والے علاقوں میں ساحلی پٹی اور ایران کی سرحد سے متصل علاقے شامل ہیں۔ ان میں وہ خطے بھی ہیں جہاں چین ترقیاتی کاموں میں پاکستان کی شراکت داری میں کام کر رہا ہے۔

بلوچستان میں سی پیک کے مختلف منصوبوں پر کام کرنے والے چینی شہریوں پر حملوں میں حالیہ اضافہ انتہائی تشویشناک ہے۔ اس کے علاوہ عام پاکستانی شہری، خاص طور پر پنجاب سے تعلق رکھنے والوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ بعض صورتوں میں مسافروں کو مرکزی شاہراہ پر بسوں سے اتار کر گولی مار دی گئی ہے۔ اس طرح کے واقعات نے علیحدگی پسند عسکریت پسندی کو ایک ہولناک رخ دیا ہے۔

بلوچستان کئی دہائیوں سے ناقص سیکیورٹی کے مسائل سے نبردآزما ہے۔ یہ خطہ بی ایل اے سمیت متعدد مسلح گروہوں کا گڑھ بن چکا ہے اور یہ تنظیمیں بلوچستان کو الگ کرنا چاہتی ہیں۔ عسکریت پسند گروپ جو 1970ء کی دہائی میں تشکیل دیا گیا تھا، اصل میں نواب خیر بخش مری کے وفادار مری قبائلیوں پر مشتمل تھا۔ لیکن بعد میں معاملات بدل گئے۔ آج بی ایل اے اپنے تعلیم یافتہ، متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے بہت سے اراکین پر فخر کرتا ہے۔ بڑھتی ہوئی سیاسی اور معاشی بےچینی سے پڑھے لکھے بلوچ اور قبائلی ایک صفحے پر آ گئے ہیں۔

بلوچ ایک عرصے سے مرکزی حکومت پر امتیازی سلوک کا الزام لگاتے آ رہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جمہوری اور قانونی طریقوں سے اپنے حقوق حاصل نہیں کر پائیں گے۔ جوڑ توڑ کے ذریعے ہونے والی سیاسی انجینئرنگ نے ایسی بدگمانیوں کو تقویت دی ہے۔ یہاں تک کہ بلوچ قوم پرست جماعتیں جو وفاق کے دائرے میں رہ کر اپنے سیاسی اور معاشی حقوق کی جدوجہد پر یقین رکھتی ہیں، اب انہیں بھی نظرانداز کر دیا گیا ہے۔

ایسے میں حیرت کی بات نہیں ہے کہ 2024ء کے انتخابات کے بعد صوبے میں عسکریت پسندوں کے پُرتشدد واقعات میں بہت زیادہ اضافہ دیکھنے میں آیا ہے کیونکہ ان انتخابات میں بڑے پیمانے پر دھاندلی کی گئی تھی۔ ایسے عناصر سیاسی استحکام نہیں دے سکتے جنہیں عوام اپنا نمائندہ نہ سمجھیں۔ صوبے پر عملی طور پر سیکیورٹی اسٹیبلشمنٹ کی حکمرانی رہی ہے جس سے عوام اور ریاست کے درمیان بداعتمادی میں اضافہ ہوا ہے۔

جمہوری حقوق دینے سے انکار، ریاستی جبر اور غربت نے بہت سے لوگوں خاص طور پر تعلیم یافتہ نوجوانوں کو عسکریت پسندی کی جانب راغب کیا ہے۔ علیحدگی پسند گروپ جنہیں مبینہ طور پر دوسرے ممالک کی حمایت بھی حاصل ہے، اب بہتر منظم اور جدید ترین ہتھیاروں سے لیس ہیں جس کی وجہ سے وہ اس قسم کے حملے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس نوعیت کے حملوں کا حال ہی میں ہم نے مشاہدہ کیا ہے۔

علیحدگی پسند گروپوں کے پاکستان دشمن ممالک سے روابط کے پختہ ثبوت ضرور موجود ہیں لیکن یہ اندرونی بےچینی ہے جس کا فائدہ بیرونی طاقتیں اٹھا رہی ہے۔ کسی بھی غیرملکی مداخلت کو ناکام بنانے کے لیے ہمیں اپنے گھر کے معاملات درست کرنا ہوں گے۔

علیحدگی پسند شورش کا مقابلہ کرنے کے لیے طاقت کے استعمال کے ریاستی حق سے کوئی انکاری نہیں لیکن سیاسی اور معاشی عدم اعتماد کی وجوہات کو بھی دور کرنے کی ضرورت ہے جو صوبے میں بڑھتی ہوئی شورش کو جنم دے رہی ہیں۔ بلوچستان کے لوگوں کو ریاست کے ایسے ردعمل کی ضرورت ہے جس سے ان کے زخموں کا علاج ہو۔ اختلاف رائے کو کچلنے کے لیے ان پر طاقت کا زور چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلوچستان کا مسئلہ دائمی ہے جو جابرانہ نظام کا نتیجہ ہے۔ (بشکریہ روزنامہ ڈان)

دکی، بلوچستان میں کوئلے کی کانوں کی بندش کے ذریعہ معاش پر اثرات

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

تعارف

دکی، بلوچستان کے قلب میں معدنیات سے مالا مال خطہ، ایشیا کے سب سے بڑے کوئلے کے ذخائر میں شمار ہوتا ہے، جہاں سے سالانہ 18,000 ٹن کوئلہ نکالا جاتا ہے۔ تاہم، کوئلے کی کان کنوں کو شدید خطرات کا سامنا ہے—نہ صرف کان کنی کے حادثات کی وجہ سے بلکہ عسکریت پسندوں کے اغوا اور حملوں سے بھی۔ اکتوبر 2024 میں، دکی کی کانوں کے علاقے میں عسکریت پسندوں کے ایک تباہ کن حملے کے نتیجے میں کم از کم 21 کان کن ہلاک ہوئے، جن میں تین افغان شہری بھی شامل تھے، اور چھ دیگر زخمی ہوئے۔

تاریخی طور پر، دکی میں کوئلے کے کھیتوں نے لوگوں کو روزگار اور معاش کے اہم ذرائع فراہم کیے ہیں۔ تاہم، حال ہی میں کانوں کی بندش اور مزدوروں کی نازک صورتحال نے مقامی کمیونٹیز کی فلاح و بہبود کے بارے میں سنگین خدشات کو جنم دیا ہے۔ چنانچہ، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے زمینی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے علاقے میں ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اس مشن میں کاشف کاکڑ پانیزئی (ایچ آر سی پی کے وائس چیئر، بلوچستان)، عبدالحکیم (ایچ آر سی پی ممبر)، موسیٰ جان (وکیل)، عمر حیات سیکرٹری جنرل نیشنل لیبر فیڈریشن (این ایل ایف) اور فرید احمد (اسٹاف ممبر) شامل تھے۔ فیکٹ فائنڈنگ کارروائی 30-31 جنوری 2025 کو ہوئی، جس میں مزدوروں، سرکاری اہلکاروں اور دیگر فریقین کے ساتھ ملاقاتیں ہوئیں۔

مشن کا مقصد درج ذیل معاملات سے جڑے حقائق معلوم کرنا تھا:

- کانوں کی بندش کے پیمانے اور متاثرہ کارکنوں کی تعداد کا تعین کرنا۔
- کانوں کی بندش کی وجوہات جاننا۔
- مقامی کمیونٹیز، خاص طور پر خواتین اور بچوں پر کانوں کی بندش کے اثرات کا جائزہ لینا۔
- کانوں کی بندش سے پیدا ہونے والے مسائل سے نمٹنے کے لیے حکومت کے اقدامات کا جائزہ لینا۔
- کانوں کی بندش کے بارے میں کانوں کے مالکان کے خدشات کو قلمبند کرنا۔

مزدور یونین کے نمائندوں اور کان کے مزدوروں سے ملاقات

مشن کو معلوم ہوا کہ اکتوبر 2024 کے حملے سے پہلے، جنوری 2024 میں تین مزدوروں کو اغوا کیا گیا تھا، اور سات دیگر کو 23 مارچ 2024 کو اغوا کیا گیا تھا، بعد میں 73 دن کے بعد انہیں بازیاب کرایا گیا۔ مزید برآں، 2 مئی 2024 کو بارودی سرنگ کے دھماکے میں دو مزدور ہلاک ہوئے۔ ان واقعات کے باوجود، حکومت مناسب حفاظتی اقدامات کے اطلاق میں ناکام رہی۔ یہ لاپرواہی عسکریت پسندوں کی طرف سے 21 کان کنوں کو گولی مارنے پر منتج ہوئی، جس دوران سیکیورٹی فورسز کی طرف سے کسی قسم کے ردعمل کے بغیر تین سے چار گھنٹے تک گولیاں چلتی رہیں۔ مزدوروں کو خود زخمیوں اور نعشوں کو قریبی ہسپتال پہنچانا پڑا۔

ان واقعات کے بعد، تقریباً تمام کانیں بند کر دی گئیں، اور بہت سے مزدور، بنیادی طور پر تارکین وطن، اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ لیبر یونینوں کے مطابق، دکی کی کوئلے کی کانوں میں مبینہ طور پر کام کرنے والے 40,000 افراد میں سے 15,000 سے 20,000 نے کام چھوڑ دیا ہے۔ این ایل ایف کے مطابق، صوبائی حکومت نے ہلاک ہونے والے کان کنوں کے لواحقین کو 15 لاکھ روپے بطور معاوضہ معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا، اور یہ رقم ادا کر دی گئی تھی۔

مشن کو معلوم ہوا کہ ماضی میں ملازمین تین شفٹوں میں کام کرتے تھے۔ فی الحال، صرف ایک شفٹ کام کر رہی ہے، جس سے کان کے مالکان اور ٹھیکیداروں کو کافی نقصان ہو رہا ہے۔ مشن سے ملاقات کرنے والوں نے دعویٰ کیا کہ دکی میں 40 فیصد سے زائد کانیں اب بند ہیں، کیونکہ نہ تو کان مالکان اور نہ ہی ٹھیکیدار سیکیورٹی کی موجودہ صورتحال کی وجہ سے مالی سرمایہ کاری کرنے کو تیار ہیں۔

حالیہ حملوں سے پہلے، ہر کان میں 20 سے 25 مزدور فی شفٹ تھے۔ یہ تعداد اب کم ہو کر صرف سات سے آٹھ مزدور رہ گئی ہے۔ ایک کارکن نے دکی میں ایک اچھے ہسپتال اور ٹراما سینٹر کی فوری ضرورت کا اظہار کیا، کیونکہ زیادہ تر حادثات کے نتیجے میں زخمیوں کو بالترتیب 60 اور 200 کلومیٹر دور لورالائی یا کوئٹہ لے جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

مشن نے نوٹ کیا کہ کان میں کام کرنے والے زیادہ تر مزدور خیبر پختونخوا کے دیر اور سوات کے علاوہ بلوچستان میں چمن اور قلعہ سیف اللہ جیسے علاقوں سے نقل مکانی کر کے آئے تھے۔ اب بہت سے افغانستان سے بھی آتے ہیں۔ اکتوبر میں اس واقعے کے بعد سے زیادہ تر کانیں بند کر دی گئیں۔ پہلے روزانہ تین سے چار ٹرک کوئلہ لوڈ کیا جاتا تھا۔ اب، یہ تعداد کم ہو کر فی ہفتہ صرف دو ٹرک رہ گئی ہے۔ جن کانوں نے نجی سیکیورٹی کی خدمات حاصل کی ہیں وہ کام کر رہی ہیں، جب کہ غیر محفوظ کانوں میں کام کرنے والے سورج غروب ہونے سے پہلے نکل جاتے ہیں

کان کنی کے ایک ٹھیکیدار نے بتایا کہ خوف نے لوگوں کو کانوں میں کام کرنے سے روک دیا ہے۔ ان کے گھروں کے قریب بار بار فائرنگ سے خواتین اور بچوں میں خوف و ہراس پھیل گیا ہے۔ تاہم، کئی مزدوروں نے مشن کو بتایا کہ وہ اپنے اہل خانہ کی کفالت کے لیے ان حالات میں کام کرتے رہے۔ اس سے پہلے، انہیں کان گرنے کا خدشہ ہوتا تھا۔ اب، زیادہ تر وہ خود پر ممکنہ حملوں سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

ڈپٹی کمشنر اور پولیس حکام سے ملاقات

ڈپٹی کمشنر نے مشن کو بتایا کہ کان میں کام کرنے والوں کے لیے خاص طور پر ریسکیو سینٹر (1122) قائم کیا گیا ہے۔ انہوں نے مزدوروں کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے دستیاب وسائل کی کمی پر تشویش کا اظہار کیا، خاص طور پر پولیس اہلکاروں کی ناکافی تعداد پر، جس کے پورے ضلع میں صرف 350 لیویز اہلکار موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کوہلو اور بارکھان کے ساتھ ملحق دکی کی سرحدیں عسکریت پسند گروپوں کی موجودگی کی وجہ سے خاصی خطرناک ہیں۔

انہوں نے وضاحت کی کہ کان کے مالکان اپنی کانوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں، جبکہ انتظامیہ وسیع تر جغرافیائی علاقے کی ذمہ دار ہے۔ ایک حالیہ فیصلے میں کہا گیا ہے کہ کان کے مالکان ہر کان کے ارد گرد سی سی ٹی وی کیمرے، روشنی اور دیواروں کی تعمیر کریں، اور یہ کہ انہیں اپنے مزدوروں (بشمول افغان ملازمین) کے مکمل کوائف مقامی حکام کو فراہم کرنے چاہییں۔ فرنٹیئر کور نے کہا کہ ڈپٹی کمشنر نے سیکیورٹی بھی فراہم کی، اور نجی سیکیورٹی اہلکار بھی تعینات ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کے باوجود دکی میں 2,000 کانوں میں سے بہت سی اس وقت بند ہیں۔

مشن نے تحصیل کی سطح کے ایک پولیس افسر سے بھی بات کی، جنہوں نے تصدیق کی کہ صوبے میں پولیس اہلکاروں کی کمی کی وجہ سے امن و امان کی صورت حال خراب ہے۔ انہوں نے کہا کہ تاہم، حکومت کی طرف سے 450 اضافی کانسٹیبل کی اسامیوں کا اعلان کیا گیا ہے، انہوں نے مزید کہا کہ یہ ایک مثبت قدم ہے اور اس سے پولیس فورس کی کارکردگی میں بہتری آئے گی۔

کان مالکان اور ٹرانسپورٹرز کے نمائندوں سے ملاقات

مشن کے ساتھ اپنے انٹرویو کے دوران، ایک کان کے مالک اور دکی کی میونسپل کمیٹی کے چیئرمین نے الزام لگایا کہ عسکریت پسندوں کے حالیہ حملوں میں دس کانوں اور اس سے منسلک مشینری کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں اور کئی دیگر کانوں کے مالکان کو بھی عسکریت پسندوں کی طرف سے دھمکیاں موصول ہوئی تھیں۔ اکتوبر 2024 میں کانوں پر حملے سے بعد، سینکڑوں کان

ورکرز متاثرین کی لاشوں کو دکی کے باچا خان چوک پر پہنچانے کے لیے جمع ہوئے تھے، جہاں انہوں نے ہلاکتوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا تھا۔ کان کے مالک نے بتایا کہ حملے کی اطلاع ملتے ہی انہوں نے پولیس اور سیکیورٹی اہلکاروں کو فوری طور پر آگاہ کر دیا تھا۔ تاہم ان کے پہنچنے تک حملہ آور فرار ہو چکے تھے۔

کان کے مالکان نے مشن کو یہ بھی بتایا کہ مقامی انتظامیہ غیر ملکی مزدوروں، خاص طور پر افغانوں پر پاکستان چھوڑنے کے لیے دباؤ ڈال رہی ہے، جو ان کے خیال میں غیر منصفانہ ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ افغان کان کنوں کو وطن واپسی کے بعد دوبارہ ملک میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے لیے شناختی کارڈ جاری کیے جائیں۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ کان کے مالکان حکومت کو ٹیکس دیتے ہیں، اس لیے ان کی حفاظت کو یقینی بنانا چاہیے۔ مالکان کا دعویٰ ہے کہ خراب امن و امان کی وجہ سے انہیں اربوں روپے کا نقصان ہوا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ فیڈرل بورڈ آف ریونیو (ایف بی آر) کو فی ٹن کوئلے پر 860 روپے جیسے ادا کیے جانے والے ٹیکس کو ورکرز کی فلاح و بہبود کے لیے مختص کیا جانا چاہیے، لیکن انہوں نے پیچیدہ قواعد وضوابط سے مایوسی کا اظہار کیا۔ مثال کے طور پر، مائنز اینڈ منرلز ڈیولپمنٹ ڈیپارٹمنٹ روپے 130 فی ٹن اضافی مقامی ٹیکس وصول کرتا ہے۔

انہوں نے بتایا کہ روزانہ بارودی سرنگ کے دھماکوں اور گاڑیوں پر حملوں سے ڈرائیور دکی سے کوئلہ لے جانے سے خوفزدہ ہیں۔ اس سے نمٹنے کے لیے، انہوں نے حکومت پر زور دیا کہ وہ دکی سے ہرنائی تک ریلوے ٹریک بنائے، جس سے نقل وحمل کے اخراجات کم ہوں گے اور حکومت کو زیادہ آمدنی ہوگی۔

گڈز ٹرانسپورٹرز کے نمائندوں نے کان کنی کی سرگرمیوں میں سست روی کی تصدیق کی جسے مزدور یونینوں اور کان کے مالکان نے اجاگر کیا تھا۔ انہوں نے مشن کو بتایا کہ 1,000 سے زیادہ غیر مقامی مزدور دکی کے ارد گرد 1,200 سے زیادہ کوئلے کی کانوں سے ٹرکوں پر کوئلہ لوڈ کرتے ہیں۔ عام طور پر، وہ روزانہ 150-200 ٹرکوں کو سندھ، پنجاب اور دیگر خطوں کے لیے ٹرانسپورٹ کرنے کا انتظام کرتے ہیں۔ تاہم، حالیہ تشدد کی وجہ سے، اب وہ فی ہفتہ صرف پانچ سے سات ٹرک فراہم کر رہے ہیں، کیونکہ ڈرائیور دکی آنے سے گریزاں ہیں۔

مشاہدات

مشن کے مشاہدے میں آیا کہ دکی میں کان کنی کا شعبہ سیکیورٹی کے خطرات کی وجہ سے بری طرح متاثر ہوا ہے، جس کے باعث مزدوروں کی نقل مکانی اور اقتصادی سرگرمیوں میں نمایاں کمی واقع ہوئی ہے۔ پُرتشدد واقعات، بشمول اغوا، دھماکوں اور عسکریت پسندوں کے حملوں نے ایک اندازے کے مطابق 20,000 سے 25,000 مزدوروں کو کام چھوڑنے پر مجبور کیا ہے، جس سے افرادی قوت کی تعداد تقریباً 40,000 سے کم ہوگئی ہے۔ مزدوروں کی اس کمی کے نتیجے میں پیداواری صلاحیت میں کمی آئی ہے، بہت سی کانیں اب تین کی بجائے صرف ایک شفٹ میں کام کر رہی ہیں۔ سیکیورٹی کے بڑھتے ہوئے خطرات نے مزدور کانوں کے قریب رہنے سے خوف زدہ ہیں اور روزانہ سفر کرنے پر مجبور ہیں جس سے ان کی کارکردگی مزید متاثر ہوتی ہے۔ دریں اثنا، کان کے مالکان اور ٹھیکیداروں کو کافی مالی نقصان ہوا ہے، تقریباً 40 فیصد کانیں بند ہو چکی ہیں۔ سیکیورٹی کے خدشات اور حکومتی مداخلت کی کمی، اقتصادی سرگرمیوں میں رکاوٹ اور شعبے میں دوبارہ سرمایہ کاری نہ ہونے کی وجہ سے سرمایہ کاروں کے اعتماد میں تیزی سے کمی واقع ہوئی ہے۔

سیکیورٹی کی ناکامیوں اور ہنگامی رسپانس سروسز کی عدم موجودگی نے بحران کو مزید سنگین کیا ہے، جس سے مزدور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی فوری مدد سے محروم ہیں اور حملوں کے خطرات سے دوچار ہیں۔ رپورٹس بتاتی ہیں کہ اکتوبر 2024 میں ہونے والے حملے کے دوران، بغیر کسی مداخلت کے گھنٹوں تک گولیاں چلتی رہیں، جس سے مزدوروں خود ہی مرنے والوں اور زخمیوں کو ہسپتال منتقل کرتے رہے۔ قریبی فعال ہسپتالوں، امدادی خدمات اور صحت کی مناسب سہولیات کی کمی نے حالات کو مزید خراب کر دیا ہے، جس سے زخمی مزدور ناتجربہ کار ڈاکٹروں کے طبی سہولیات سے عاری نجی کلینکس پر انحصار کرنے پر مجبور ہیں۔

افرادی قوت کی شدید کمی کی وجہ سے مزدوری کے بڑھتے ہوئے اخراجات نے کان کنی کی سرگرمیوں مزید مسائل پیدا کیے ہیں جس کی وجہ سے یومیہ اجرت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ یہ شعبہ افغان مزدوروں پر تیزی سے انحصار کرتا جا رہا ہے، جن کے پاس اکثر قانونی دستاویزات کی کمی ہوتی ہے اور وہ استحصالی کام کے حالات کا شکار ہوتے ہیں۔ خطرات کے باوجود، بہت سے مزدور مالی مجبوریوں کی وجہ سے اس قسم کے خطرناک ماحول میں ہمیشہ کام کی جگہ پر ہونے والے حادثات اور بیرونی تشدد کے خوف تلے جی رہے ہیں۔

سیکیورٹی، صحت، تعلیم اور بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنانے کے لیے خاطر خواہ حکومتی مداخلت کے بغیر، دکی کی کان کنی کی صنعت کا مستقبل انتہائی غیر یقینی ہے۔

سفارشات

ان نتائج کی بنیاد پر، مشن مندرجہ ذیل سفارشات پیش کرتا ہے، جو بنیادی طور پر حکومت اور اس کے متعلقہ محکموں سے متعلق ہیں، لیکن یہ کانوں کے مالکان پر بھی لاگو ہوتی ہیں:

1۔ لازمی حفاظتی اقدامات کا اطلاق کریں، جیسے کہ سی سی ٹی وی کیمرے، باڑ لگانا، اور تمام کانوں کے ارد گرد مناسب روشنی کا بندوبست۔
2۔ زیادہ پُرخطر علاقوں میں سیکیورٹی فورسز کی تعیناتی میں اضافہ کریں، خاص طور پر رات کے وقت۔
3۔ مالی مراعات کی پیشکش کریں اور مقامی مزدوروں کو دوبارہ کانوں کی طرف راغب کرنے کے لیے کام کے حالات کو بہتر بنائیں۔
4۔ کارکنوں کی حفاظت کو یقینی بناتے ہوئے پیداواری صلاحیت کو بڑھانے کے لیے آہستہ آہستہ متعدد شفٹوں کو دوبارہ متعارف کروائیں۔
5۔ تمام کان کنوں کو ذاتی حفاظتی سامان اور ہنگامی تربیت فراہم کریں۔
6۔ قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں میں مزید اضافے پر غور کریں اور 450 نئے کانسٹیبلوں کی بھرتی کے عمل کو تیزی سے مکمل کریں۔
7۔ خاص طور پر کانوں سے متعلق واقعات پر فوری ردعمل کے لیے سیکیورٹی ٹیمیں بنائیں۔
8۔ ہنگامی حالات کے دوران مؤثر ردعمل کے لیے کان کے مالکان، سیکیورٹی فورسز، اور مقامی انتظامیہ کے درمیان رابطے کو مضبوط بنائیں۔
9۔ کان کنی والے علاقوں کے قریب صحت کی دیکھ بھال کے مراکز بنائیں جن کا عملہ قابل ڈاکٹروں پر مشتمل ہو، اور خواتین ماہرین بھی اس کا حصہ ہوں۔
10۔ اس بات کو یقینی بنائیں کہ نیا قائم کردہ ریسکیو سینٹر (1122) تمام ضروری ساز وسامان سے مکمل طور پر لیس اور 7/24 کام کر رہا ہے۔
11۔ تمام مزدوروں کے لیے ابتدائی طبی امداد اور حفاظتی تربیت کی ضرورت سے متعلقہ ہدایات پر مکمل عملدرآمد کروائیں۔
12۔ کان کنی کے کاموں میں لگنے والی چوٹوں، معذوریوں اور ہلاکتوں کے لیے معاوضے کا نظام وضع کریں۔
13۔ تشدد کی وجہ سے صدمے سے متاثرہ مزدوروں اور ان کے خاندانوں کو مشاورتی خدمات فراہم کریں۔
14۔ مرنے والوں یا زخمی مزدوروں کے خاندانوں کو مدد فراہم کرنے کے لیے ایک فلاحی فنڈ بنائیں۔
15۔ طویل مدتی مالی انحصار کو کم کرنے کے لیے کان کنوں کے بچوں کے لیے وظائف یا مالی امداد کے پروگرام پیش کریں۔
16۔ کان کنوں کے لیے مختلف طرح کی ملازمتوں کے پروگراموں کے بارے میں غور وفکر کریں تاکہ کان کنی جیسی خطرناک ملازمتوں پر انحصار کم کیا جا سکے۔
17۔ منصفانہ معاوضے کو یقینی بنانے اور مزدوروں کی زندگی کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے اجرت کے ضوابط متعارف کروائیں۔
18۔ استحصال کو روکنے کے لیے تمام ورکرز بشمول افغان ورکرز کے لیے مناسب دستاویزات اور قانونی حیثیت کی ضمانت کے لیے ضابطے وضع کریں۔
19۔ اس بات کو یقینی بنائیں کہ کانوں کے تمام ملازمین ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹی ٹیوشن اور سوشل سیکیورٹی کے ساتھ رجسٹرڈ ہوں۔

صنفی برابری اورانسانی حقوق کی پاسداری کے بغیر پائیدار ترقی محض ایک خواب

مصباح ناز
طلبہ میڈیا اینڈ ڈیولپمنٹ کمیونیکشن، یونورسٹی آف دی پنجاب

دنیا بھر میں مختلف ترقیافتہ ملکوں میں ترقی کے نئے ماڈلز متعارف کروائے جارہے ہیں، لیکن اس کے ساتھ بات کریں صنفی برابری اور انسانی حقوق کی تو جب تک صنفی برابری اور انسانی حقوق کی پاسداری کو عملی طور پر نافذ نہیں کیا جاتا، تب تک پائیدار ترقی ایک خواب ہی بن کر رہ جائے گی۔ پاکستان سمیت دنیا کے کئی ممالک میں خواتین، خواجہ سرا افراد اور دیگر کمزور طبقات کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے جو ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔ اقوام متحدہ کے پائیدار ترقی کے ہدف (SDGs) میں صنفی برابری (5SDG) کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ نہ صرف خواتین بلکہ پورے معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے اور معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ جہاں خواتین کو مساوی مواقع ملتے ہیں، وہاں اقتصادی ترقی کی رفتار تیز ہوتی ہے، تعلیمی معیار بلند ہوتا ہے اور صحت کے معاملات بہتر ہوتے ہیں۔ عالمی اقتصادی فورم (World Economic Forum) کے 2024 کے صنفی فرق انڈیکس کے مطابق پاکستان 146 ممالک میں سے 145 ویں نمبر پر ہے۔ یہ درجہ بندی اس بات کا ثبوت ہے کہ ملک میں خواتین کو برابر کے مواقع فراہم کرنے کے لیے ابھی بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کے برعکس بات کریں انسانی حقوق کی پامالی اور ترقی میں رکاوٹوں کی تو انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں، خصوصاً خواتین اور کمزور طبقات کے حقوق کی پامالی، کسی بھی قوم کے ترقی کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں جو تاریخ کے آئینوں میں بارہا دکھائی دیتا ہے۔ پاکستان میں خواتین کو جائیداد میں حق نہ دینا، کم عمری کی شادی، گھریلو تشدد، تعلیم سے محرومی، اور کام کی جگہوں پر ہراسانی جیسے مسائل عام ہیں جن سے نمٹنے کے لیے کئی اقدامات اٹھائے گئے ہاں مگر کوئی فرق محسوس نہ ہوا۔ علاوہ ازیں پاکستان میں 2022 کے ایک سروے کے مطابق، 35 فیصد خواتین کو گھریلو تشدد کا سامنا کرنا پڑا، جبکہ 60 فیصد خواتین کو ورک پلیس پر صنفی امتیاز کا سامنا رہا۔ ان مسائل کی موجودگی میں ترقی ممکن نہیں، کیونکہ ایک غیر محفوظ اور امتیازی سلوک کا شکار معاشرہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ ان تمام معاملات کے ساتھ ایک اہم اور سنگین معاملہ معیشت اور صنفی برابری کا تعلق بھی ہے۔ ماہرین اقتصادیات کا ماننا ہے کہ صنفی برابری سے ملکی معیشت کو فروغ ملتا ہے، لیکن اگر صنفی برابری نہ عمل میں لائی جائے تو ملک کئی ملکوں سے بھی پیچھے رہ جاتا ہے۔ ۔ ایک تحقیق کے مطابق، اگر پاکستان میں خواتین کو مساوی مواقع دیے جائیں تو ملکی جی ڈی پی میں 30 فیصد اضافہ ہوسکتا ہے۔ خواتین کو معیشت میں شامل کیے بغیر کوئی بھی ملک دیر تک ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔ پاکستان میں 2023 کے اعداد و شمار کے مطابق خواتین کی افرادی قوت میں شرکت مردوں سے کہیں کم ہے۔ اس فرق کو کم کیے بغیر ملک کی معیشت میں فراوانی ممکن نہیں۔ ان تمام مسائل کا حل آج کی ترقی کے لیے بہت ضروری ہے تا کہ مختلف اصناف کو ان کا حق بھی دیا جائے اور پائیدار ترقی کے لیے ممکنہ حل بھی تلاش کیا جاے۔ ان میں سے سب سے اہم ؛تعلیم کو فروغ دینا، مساوی قانونی حقوق، کام کی جگہوں پر تحفظ، معاشی مواقع فراہم کرنا، اور میڈیا کا کردار اہم تسلیم کیا جاتا ہے۔

صنفی برابری اور انسانی حقوق کی پاسداری کے بغیر پائیدار ترقی ایک خواب ہے۔ جب تک خواتین اور دیگر کمزور طبقات کو برابر کے مواقع، تعلیم اور قانونی حقوق فراہم نہیں کیے جاتے تب تک یہ ممکن نہیں کہ کوئی بھی قوم حقیقی ترقی حاصل کر سکے۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم سنجیدگی سے ان مسائل پر غور کریں اور عملی اقدامات کریں تا کہ پاکستان سمیت دنیا بھر میں ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جاسکے جہاں ہر شخص کو برابری کی بنیاد پر آگے بڑھنے کا موقع ملے اور پاکستان بھی ترقی یافتہ ممالک میں شمار کیا جائے۔

متجنس خواتین کی شناخت کی جدوجہد

ڈاکٹر رزاق خان

پاکستان میں متجنس (ٹرانس جینڈر) خواتین کی شناخت اور حقوق کی جدوجہد ایک طویل اور پیچیدہ سفر ہے۔ یہ صرف صنفی شناخت کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک بنیادی انسانی حق کا معاملہ ہے۔ زیادہ تر متجنس خواتین صنفی تصدیق (Gender Affirming Surgery) کروانا چاہتی ہیں تا کہ وہ مکمل طور پر عورت کے طور پر زندگی گزار سکیں۔ ایران میں ریاست اور مذہبی علماء اس عمل کو تسلیم کرتے ہیں اور جنس کی تبدیلی کو اسلامی نقطہ نظر سے جائز قرار دیتے ہیں، مگر پاکستان میں 2018 کا "ٹرانس جینڈر پرسنز ایکٹ" بھی انہیں عورت کے طور پر قبول نہیں کرتا بلکہ "X" کے مبہم صنفی خانے میں ڈال دیتا ہے۔ "X" کا مطلب کیا ہے؟ شاید حکومت کو بھی اس کا علم نہیں! "متجنس خواتین، خواتین ہیں" یہ ایک بین الاقوامی نعرہ ہے جو دنیا بھر میں متجنس خواتین بلند کر رہی ہیں، مگر ہمارے پالیسی سازوں کے لیے یہ تصور اب بھی نا قابلِ فہم ہے۔ ڈاکٹر مہروب معیز اعوان، جو پاکستان میں متجنس افراد کے حقوق کے لیے سرگرم ہیں، کہتی ہیں: "اگر ذیابیطس کی مریضہ یا معذور عورت کو معاشرتی اور قانونی طور پر عورت سمجھا جاتا ہے، تو متجنس عورتوں کو الگ کمیونٹی میں دھکیلنے کے بجائے انہیں مرکزی دھارے میں شامل کرنے میں کیا قباحت ہے؟" پاکستان میں کسی بھی سرکاری یا نجی اسپتال میں صنفی تصدیق کا کوئی باضابطہ نظام موجود نہیں۔ متجنس خواتین کو "ناکام مردانگی" کے نظریے سے دیکھا جاتا ہے، جس کے باعث انہیں ان کے اپنے خاندان تک قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ شادی جیسے بنیادی حق پر بات کرنا تو دور کی بات، بیشتر متجنس خواتین کو وراثت کے حقوق تک حاصل نہیں۔

نامور متجنس کارکن نایاب علی کہتی ہیں کہ "ہمیں فلاحی خیرات کے نام پر ذلت کے بجائے برابر کے شہری کے طور پر قبول کیا جائے۔ ہمیں ملازمتیں، تعلیم اور صحت کی سہولیات دی جائیں تا کہ ہم بھی باعزت زندگی گزار سکیں۔" لیکن معاشرتی ناانصافی اور قانونی سقم متجنس افراد کے اس خواب کو حقیقت میں بدلنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

اس معاملے میں مذہبی علماء کا کردار بھی انتہائی اہم ہے۔ جیسے ایران میں علماء نے صنفی اضطراب (Gender Dysphoria) کو سائنسی اور مذہبی بنیادوں پر تسلیم کیا ہے، پاکستانی علماء کو بھی اسی سنجیدگی سے اس مسئلے کو سمجھنا ہوگا۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسانی حقوق اور انصاف پر زور دیتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ علماء متجنس افراد کے مسائل کو اسلامی اصولوں اور انسانی حقوق کی روشنی میں حل کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ مذہبی رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ اس مسئلے پر تحقیق کریں اور عوام میں شعور بیدار کریں تا کہ متجنس خواتین کو وہ مقام ملے جس کی وہ حقدار ہیں۔

یہ جدوجہد صرف شناخت کے لیے نہیں بلکہ ایک محفوظ، مساوی اور باوقار زندگی کے لیے ہے۔ جب تک متجنس خواتین کو عورت کے طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا اور مذہبی، سماجی، اور قانونی سطح پر ان کے حقوق کو مکمل طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا، پاکستان میں انسانی حقوق کی تحریک ادھوری رہے گی۔

ساجد حسین بلوچ اور غریبوں کے بچے

محمد حنیف

جوانی میں یہ دنیا چھوڑ جانے والے دوستوں کا غم سوا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یوں لگتا ہے کہ ساری زندگی سے ایک مکالمہ جاری تھا۔ جانے والا خاموش ہوگیا، آپ اپنی خودکلامی جاری رکھیں اور اگر زیادہ یاد ستائے تو خود سوال اور ان کے جواب تصور کر کے دل ہی دل میں گفتگو جاری رکھیں۔

ساجد حسین ہمارے صحافی اور لکھاری دوست تھے، کتابیں پڑھنے کی لت تھی، سوال اٹھانے کی بیماری تھی۔ زیادہ تر پڑھے لکھے نوجوانوں کی طرح کچھ وقت بی ایس او میں گزار چکے تھے لیکن پھر صحافت میں آئے تو اپنی سیاست کو نیوز روم کے باہر چھوڑ آئے۔ پرانے فیشن کی مستند رپورٹنگ کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے بلوچ ساتھی بھی ناراض رہتے تھے، اسٹیبلشمنٹ تو سدا سے روٹھی ہی ہوئی تھی۔

یاروں دوستوں کی محفل میں سیاست پر اور خاص طور پر بلوچ قوم پرست سیاست پر بحث کرتے تھے، تاریخ کے حوالے دیتے تھے، علاقائی تناظر سمجھاتے تھے۔ جلاوطنی اختیار کرنے سے پہلے بلوچ مسلح جدوجہد کے مخالف تھے۔ نظریاتی طور پر آزادی کے لیے مسلح جدوجہد کے حامی تھے لیکن اس وقت جو نئی نئی بلوچ مسلح تنظیمیں سامنے آ رہی تھیں، اس کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ بس غریبوں کے بچے مروائیں گے۔ اپنی ذاتی زندگی میں ان کا ایک مشن واضح تھا کہ انھوں نے مسنگ پرسن نہیں بننا۔ ان کے انتہائی قریبی رشتے دار اٹھائے جا چکے تھے، کچھ کی مسخ شدہ لاشیں مل چکی تھیں، کئی غائب تھے۔

وہ رپورٹر کے طور پر اس طرح کی کئی کہانیاں بھی رپورٹ کر چکے تھے کہ مسنگ پرسن بننے سے بلوچ قوم کی کوئی خدمت نہیں ہوگی، اس سے بہتر ہے انسان کسی دور دیس میں مزدوری کرے، ساری عمر بلوچستان کو یاد کر کے آہیں بھرے لیکن مسنگ پرسن نہیں بننا، گھر والوں کو اپنی مسخ شدہ لاش نہیں دکھانی۔ آخر میں جلاوطنی کی زندگی میں سویڈن میں مسنگ ہوگئے۔

کئی ہفتے بعد ان کی لاش ایک سرد دریا کی تہہ میں ملی، پھر کئی ہفتے ایک ایئرپورٹ کے سردخانے میں پڑی رہی، کیونکہ حکومت پاکستان ان کی میت واپس لانے کی اجازت دینے سے گریزاں تھی۔ آخر خدا خدا کر کے اجازت ملی اور اپنے آبائی گاؤں میں دفن ہوگئے۔

اچھا ہی ہوا آخری دیدار نصیب نہیں ہوا، ہم نہیں جاننا چاہتے تھے کہ ایک مسکراتی آنکھوں والا کتابی کیڑا بھائی ایک سرد دریا کی تہہ میں وقت گزار کر کتنا مسخ ہوا ہوگا۔

بولان میں ٹرین ہائی جیک، اس کے بعد ہونے والا

آپریشن، ریاست کے سرداروں اور بلوچ سرمچاروں کے دعوے دیکھ کر ساجد حسین یاد آئے۔ دل کیا پوچھوں کہ غریبوں کے بچے کون مار رہا ہے اور کون مروا رہا ہے۔ جواب نہیں آیا تو خود ہی سوال اور خود ہی جواب والی مشق شروع کر دی۔

ریاست کو غریبوں کے بچوں کے خون کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم نے پشاور میں، سوات میں، پارا چنار میں، آواران میں قربانیاں دی ہیں تو یہ سب قربانیاں غریبوں کے بچوں نے ہی دی ہیں۔ اس سے پہلے سالہا سال تک ہم نے شیعہ بچوں کی قربانیاں دی ہیں، کراچی میں مہاجر بچوں کی کتنی قربانیاں دی ہیں، کسی کو گنتی بھی یاد نہیں۔ آج کل ریاست کی ناک کے عین نیچے بلکہ ریاست کی سرپرستی میں احمدی بچوں کی قربانی دینا قومی کھیل بن چکا ہے۔

پہاڑوں سے ہتھیار اٹھا کر نیچے آنے والے سرمچار بھی غریبوں کے بچے ہیں، شناختی کارڈ دیکھ کر جن کو مارتے ہیں، وہ بھی روزی روٹی کی تلاش میں بلوچستان پہنچے تھے۔ مسنگ کیے جانے والے بھی غریبوں کے بچے ہیں، ان کو سالہا سال تک غائب کر کے تشدد کرنے والے بھی اپنے آپ کو غریبوں کی اولاد کہتے ہیں۔

غریبوں کے بچوں کو دوسرے غریبوں کے بچوں سے مروانا ایک قدیم روایت ہے اور ہماری ریاست اس روایت کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

ساجد بلوچ کو یہ بریکنگ نیوز دینی تھی کہ ہمارے جید صحافی ہمیں بتا رہے ہیں کہ بولان میں ٹرین ہائی جیک کے بعد ہونے والا آپریشن اتنا مثالی تھا کہ اسے نصاب کی کتابوں میں شامل ہونا چاہیے۔ ساجد تو یہی کہے گا کہ ایسے نصاب پڑھ کر ہی ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔ ہم ایسے ہی تو دنیا میں دہشتگردی کا شکار ہونے والے ملکوں میں دوسرے نمبر پر نہیں پہنچے۔ ساجد سے یہ بھی پوچھنا تھا کہ کیا وہ اب بھی بلوچ مسلح جدوجہد کے خلاف ہیں، چونکہ دوست خاموش ہے تو جواب خود ہی بنا لیتے ہیں کہ اب ہم جیسے سرد دریاؤں میں ڈوب جانے والوں، سڑکوں کے کنارے مسخ شدہ ملنے والوں، اجتماعی قبروں میں دفنا دیے جانے والوں کے مشورے کون سنتا ہے۔

بس اتنا بتا دو کہ کیا ہماری کہانیاں بھی کسی نصاب میں شامل ہوں گی۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

عورت پر غیرت اور مرد کی آزادی۔ آخر یہ دوہرا معیار کیوں؟

رضیہ محسود

یہ کیسا انصاف ہے؟ یہ کیسی غیرت ہے؟ یہ کیسا دین داری کا تصور ہے کہ جنت، دوزخ، غیرت، شرم، ثواب، گناہ— یہ سب عورت کے گرد ہی گھومتے ہیں؟ کیا مرد کو ہر گناہ کی کھلی چھوٹ ہے؟ کیا اسلام نے مرد کو ہر جرم پر معافی کا پروانہ دے دیا ہے؟ یا یہ سب وہ خود ساختہ روایات ہیں جو مردوں نے اپنے اختیار کو قائم رکھنے کے لیے گھڑ لی ہیں؟

یہ اسلام نہیں، یہ مردوں کا بنایا ہوا نظام ہے!

اسلام نے تو عورت کو عزت بخشی، اسے جینے کا حق دیا، تعلیم کا حق دیا، جائیداد میں حصہ دیا، اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے کا اختیار دیا۔ مگر تم نے کیا کیا؟ تم نے اسلام کے نام پر اپنی فرسودہ روایات کو اس پر مسلط کر دیا۔ تم نے عورت کو اس کی تقدیر کا قیدی بنا دیا، غیرت کے نام پر قتل کر دیا، عزت کی دہائی دے کر اس کی سانسوں پر پہرہ بٹھا دیا۔

یہ غیرت صرف عورت کے لیے کیوں؟ جب کوئی لڑکی اپنی پسند سے شادی کرے تو قتل واجب، مگر جب کوئی مرد کسی کی بیٹی کو ورغلا لے تو ''وہ مرد ہے، اس سے غلطی ہو گئی''؟ جب کوئی عورت گھر سے باہر نکلے تو بدکردار، مگر جب مرد ساری رات گلیوں میں گھومے، شراب پیے، جوئے میں دولت لٹائے تو ''یہ اس کی مردانگی ہے''؟ جب کوئی عورت تعلیم حاصل کرے تو ''یہ مغربی تہذیب کا اثر ہے''، مگر جب کوئی مرد ترقی کرے تو ''یہ اس کی محنت کا نتیجہ ہے''؟

یہ کون سا اسلام ہے جس میں مرد کو ہر آزادی میسر ہے اور عورت کو ہر غلطی پر سزا؟

کبھی کسی خطیب کو یہ کہتے سنا کہ مرد کو نظریں جھکانے کا حکم دیا گیا ہے؟ (النور:30)

کبھی کسی مولوی کو یہ کہتے سنا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت پر الزام لگائے اور ثبوت نہ دے تو اس پر لعنت ہے؟ (النور:4)

کبھی کسی مفتی کو یہ فتویٰ دیتے دیکھا کہ جبری شادی بھی زنا ہے اور لڑکی کی مرضی کے بغیر نکاح جائز نہیں؟

(مسلم، حدیث 1421)

نہیں! کیونکہ یہاں دین کی نہیں، روایات کی حکومت ہے۔ یہاں قرآن نہیں، قبیلے کا قانون چلتا ہے۔ یہاں اسلام نہیں، مردوں کی خواہشات کا راج ہے۔

کیا اسلام عورت کو بے حیثیت سمجھتا ہے؟

نہیں! مگر تمہارا سماج اسے بے حیثیت بنانے پر تلا ہوا ہے۔

کیا اسلام عورت کو غلام بناتا ہے؟ نہیں! مگر تمہاری روایات نے اسے قیدی بنا رکھا ہے۔

کیا اسلام نے مرد کو ہر جرم کی معافی دی ہے؟

نہیں! مگر تم نے اسے ہر سزا سے آزاد کر دیا ہے۔

یہ وقت ہے جاگنے کا! یہ وقت ہے اس جھوٹے بیانیے کو توڑنے کا جو عورت کو کمزور، محکوم اور قابلِ قربانی سمجھتا ہے۔ اگر واقعی اسلام پر عمل کرنا ہے تو عورت کو اس کے حقیقی حقوق دینے ہوں گے— جینے کا حق، اپنی شناخت کا حق، اپنی قسمت کے فیصلے خود کرنے کا حق۔ ورنہ یاد رکھو! اسلام کا اصل پیغام انصاف ہے، اور اگر تم نے انصاف نہ کیا، تو وہی خدا جو تمہاری غیرت کے نام پر قتل کیے جانے والی بچیوں کا رب ہے، وہی خدا جو تمہاری جبر سے سسکتی بہنوں کا رب ہے، وہی خدا تم سے ان مظالم کا حساب لے گا— اور تب تمہارے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔

کراچی میں غیرت کے نام پر قتل

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ

پس منظر

2024 میں، اطلاعات منظر عام پر آئیں کہ کراچی میں غیرت کے نام پر 23 افراد کو قتل کیا گیا۔ یوں، اوسطاً ہر ماہ دو اموات ہوئیں۔ یہ تشویشناک ہے کہ، رسمی تعلیم تک رسائی رکھنے اور ایک نیم جدید شہر کے باشندے ہونے کے باوجود، بہت سے لوگ اب بھی فرسودہ تعصّبات سے چمٹے ہوئے ہیں۔ جنوری اور فروری 2025 میں، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے شہر بھر میں غیرت کے نام پر قتل کے متعدد واقعات کی تحقیقات کے لیے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن کا اہتمام کیا۔ اس مشن کا مقصد ان واقعات سے متعلق حقائق اور حالات سے پردہ اٹھانا اور کراچی میں غیرت کے نام پر قتل کے بڑھتے ہوئے واقعات کی وجوہات کا پتہ لگانا تھا۔ ٹیم میں ایچ آر سی پی سندھ کے وائس چیئرمین قاضی خضر، ایچ آر سی پی کراچی کی ریجنل کوآرڈینیٹر سیدہ ندا تنویر اور عملے کے رکن علی اوسط شامل تھے، جنہوں نے چھ واقعات کا جائزہ لیا۔

لیاری قتل

پہلا واقعہ لیاری میں چار خواتین کے بہیمانہ قتل کا ہے، جو شہر کے سب سے زیادہ سرگرم رہنے والے علاقوں میں سے ایک ہے۔ یہ واقعہ 9 اکتوبر 2024 کو بغدادی پولیس اسٹیشن کی حدود میں پیش آیا۔ لاڑکانہ سے تعلق رکھنے والے ملزم بلال نے اپنی والدہ شمشاد فاروق (60)؛ بہن؛ مدیحہ فاروق (21) بھابھی، عائشہ سمیر (20)؛ اور لے پالک بھانجی علینہ رزاق (9) کو قتل کرنے کا اعتراف کیا۔

اس جرم کی تفتیش کرنے والے ایس ایس پی ساؤتھ عرفان عزیز نے مشن سے ملاقات کے دوران بتایا کہ بلال کے اقدامات کے چار ممکنہ محرکات ہو سکتے ہیں: ٹک ٹاک ویڈیوز بنانے میں اس کے خاندان کا ملوث ہونا، گھر کا زہریلا ماحول جسے اس نے اپنی طلاق کی وجہ قرار دی، مالی عدم استحکام، اور ایک لڑکی سے شادی کرنے کی خواہش جو اپنے مستقبل کے لیے اپنا گھر چاہتی تھی۔ تفتیشی افسر انسپکٹر سعید تھہیم نے کہا کہ واقعے کا پریشان کن پہلو یہ ہے کہ بلال کے والد اپنے بیٹے کو معاف کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

2 اکتوبر کا واقعہ

فیکٹ فائنڈنگ مشن کے ذریعے جانچنے والا دوسرا واقعہ 2 اکتوبر کو پیش آیا، جب باجوڑ ایجنسی سے فرار ہونے والے جوڑے کو نیپیئر تھانے کی حدود میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ ایچ آر سی پی کی ٹیم نے جائے وقوعہ اور مقامی پولیس اسٹیشن کا دورہ کیا۔ یہ قتل مرکزی بازار میں ہوا، پھر بھی کوئی گواہ سامنے نہیں آیا، کیونکہ یہ 'غیرت' کا قتل تھا، اور مجرموں کا خیال تھا کہ انہوں نے اپنے خاندان کی عزت کا دفاع کیا ہے۔

پولیس نے مشن کو مطلع کیا کہ جب انہوں نے باجوڑ میں قتل ہونے والے لڑکے کے بھائی سے رابطہ کیا تو اس نے کہا کہ "اچھا ہے کہ اسے قتل کیا گیا، اس نے ہماری بے عزتی کی، ہم اس کی لاش یا لڑکی کی لاش نہیں لیں گے۔"

زرینہ کا قتل

تیسرا واقعہ سہراب گوٹھ میں پیش آیا جس میں 30 سالہ زرینہ کو اس کے شوہر نے بے دردی سے قتل کر دیا۔ اگرچہ پولیس اور ملزم نے اسے غیرت کے نام پر جرم قرار دیا، تاہم زرینہ کے اہل خانہ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے اصرار کیا کہ یہ گھریلو تشدد کا معاملہ ہے۔ تفتیشی افسر محمد ممتاز نے بتایا کہ زرینہ کے اہل خانہ قتل کو غیرت کے نام پر قتل کے طور پر نہیں دیکھتے کیونکہ مقتولہ کی والدہ نے پہلے ایک جج کے سامنے صلح نامے (سمجھوتہ) میں ملزم کو معاف کر دیا تھا۔ یہ معاہدہ بچوں کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال (نان نفقہ) کے لیے ماہانہ 25,000 روپے وصول کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ ابتدائی طور پر، ملزم نے دعویٰ کیا کہ زرینہ کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا تھا، لیکن بعد میں، پولیس، مقتولہ کے اہل خانہ اور ملزم نے جرم کو گھریلو تشدد قرار دیتے ہوئے اپنا بیانیہ بدل دیا۔ نتیجتاً، کبھی بھی مکمل تحقیقات نہیں کی گئیں، اور زرینہ کو انصاف دینے سے انکار کر دیا گیا۔

دوہرا قتل

8 اگست 2023 کے اوائل میں، سچل پولیس کو ایک دوہرے قتل کی اطلاع دی گئی تھی جو کچی گلی، پالاری گوٹھ، بکھر گوٹھ کے قریب، اسکیم 33، کراچی میں ہوا تھا۔ جائے وقوعہ پر پہنچنے پر افسران کو ایک نوجوان کی لاش ملی، جس کی شناخت 17 سالہ حسن وقار رئیس کے نام سے ہوئی، لاش اس کی اپنی گاڑی میں پڑی تھی۔ لائبہ شیخ نامی 16 سالہ لڑکی کی لاش قریبی گھر سے ملی۔

اسسٹنٹ سب انسپکٹر (اے ایس آئی) نے حسن وقار کے بڑے بھائی احسن وقار کی شکایت پر فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (ایف آئی آر) درج کی۔ ایف آئی آر میں ڈاکٹر رفیق احمد شیخ اور ان کے دو بیٹوں دانیال شیخ اور درداب شیخ پر لائبہ اور حسن وقار کے قتل کا الزام عائد کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر رفیق شیخ اور عبداللہ شیخ سے ملاقات

ملیر جیل میں ملاقات کے دوران ڈاکٹر رفیق شیخ اور ان کے بیٹے عبداللہ شیخ نے لائبہ شیخ اور احسن وقار کے قتل میں ملوث ہونے کی تردید کی۔ ڈاکٹر شیخ نے کہا کہ معاملہ عدالت میں ہے، عدالت فیصلہ کرے کہ ہم قصوروار ہیں یا نہیں۔

انہوں نے دونوں مقتولین کے درمیان تعلقات کے بارے میں مزید سوال کرتے ہوئے کہا، "انہوں نے میری بیٹی کے رشتے کے لیے ہم سے رابطہ کیوں نہیں کیا تھا؟ میں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ معیار کی تعلیم دی۔ ڈاکٹر شیخ نے تعاون پر آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ "ہم احسن وقار کے اہل خانہ سے رابطہ کر رہے ہیں، اگر وہ اس مقدمے کی پیروی کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ ہم پہلے ہی گزشتہ 18 ماہ سے جیل میں ہیں اور ضرورت پڑنے پر مزید دو ماہ بھی برداشت کر سکتے ہیں۔"

ایک اور دوہرا قتل

غیرت کے نام پر تشدد سے منسلک ایک الگ واقعے میں، عاشق علی سولنگی اور 22 سالہ فاطمہ کو اس کے والد نے گولی مار کر قتل کر دیا۔ عاشق، اصل میں بدین کا رہنے والا ہے، چند سال پہلے کراچی منتقل ہوا تھا، جہاں اسے فاطمہ سے پیار ہو گیا۔ جب ایچ آر سی پی کی ٹیم نے سینٹرل جیل میں ملزم اظہر سے ملاقات کی تو اس نے ابتدا میں الزامات سے انکار کیا لیکن آخر کار اپنی بیٹی اور عاشق کو غیرت کے نام پر قتل کرنے کا اعتراف کیا۔ انہوں نے وضاحت کی کہ کئی انتباہات کے باوجود وہ ملتے رہے۔ اسٹیشن ہاؤس آفیسر (ایس ایچ او) محمد علی مروت نے ٹیم کو بتایا کہ اظہر نے ان کی مختلف ذاتوں کی بنیاد پر قتل کو جائز قرار دیا ہے۔

مشن کو یہ بھی معلوم ہوا کہ میڈیا میں 'غیرت کے نام پر قتل' کے طور پر پیش کیے گئے قتل کے کچھ واقعات کے بارے میں بعد ازاں پتہ چلا کہ وجوہات کچھ اور تھیں۔ دو قابل ذکر مقدمات (ایف آئی آر نمبر 453/2024 اور ایف آئی آر نمبر 505/2023، دونوں اتحاد ٹاؤن پولیس اسٹیشن میں درج کیے گئے) نے میڈیا کی خاصی توجہ حاصل کی، جس سے ظاہر ہوا کہ متاثرین کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا تھا۔ تاہم، تفصیلی تحقیقات سے اس دعوے کی حمایت کرنے والے کوئی ثبوت سامنے نہیں آئے۔

فیکٹ فائنڈنگ مشن نے ایڈووکیٹ علی برکت بلوچ سے ملاقات کی جنہوں نے اس بات پر روشنی ڈالی کہ غیرت کے نام پر قتل کے مقدمات میں سزا پانے والے اکثر قانونی ڈھانچے،

خاص طور پر پاکستان پینل کوڈ (پی پی سی) میں قصاص اور دیت کی دفعات میں سنگین خلا کی وجہ سے انصاف سے بچ جاتے ہیں۔

مزید برآں، پی پی سی کی دفعہ 306 انصاف کے حصول کو پیچیدہ بناتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ اگر مجرم اپنے بچے یا پوتے کو قتل کرتا ہے، یا قانونی وارث مجرم کی براہ راست اولاد ہے تو قصاص کا اہل نہیں ہے۔ یہ شق مؤثر طریقے سے مجرموں کے لیے قانونی ڈھال کا کام کرتی ہے۔

ماحصل

غیرت کے نام پر قتل ایک اہم مسئلہ ہے، جو معاشرتی قبولیت، نقصان دہ ثقافتی طریقوں، مذہبی غلط فہمیوں، اور قانون نافذ کرنے والے حکام کی جانب سے ناکافی کارروائی کے باعث برقرار ہے۔ مشن نے قانونی ڈھانچے کے نقائص کی نشاندہی کی، جیسے کہ پی پی سی میں قصاص اور دیت کی دفعات، جو انصاف کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ قانونی اصلاحات، شعور میں اضافہ، اور کمیونٹی کی شمولیت کے ذریعے، ایک محفوظ اور انصاف پسند معاشرے کا قیام ممکن ہے جہاں غیرت کے نام پر قتل کی برملا طور پر مذمت کی جائے، اور مجرموں کو جوابدہ ٹھہرایا جائے۔

سفارشات

سندھ میں غیرت پر مبنی جرائم کے بڑھتے ہوئے واقعات سے نمٹنے کے لیے، مشن درج ذیل اقدامات کی سفارش کرتا ہے:

قانونی اصلاحات اور سزا میں اضافہ

قصاص اور دیت کے قوانین کا غلط استعمال غیرت کے نام پر قتل کے مقدمات میں بڑے چیلنج کا باعث ہے، جس سے متاثرہ خاندانوں کو مجرموں کو معاف کرنے کا اختیار حاصل ہے اور اس کی وجہ سے اکثر ان کو سزا سے معافی مل جاتی ہے۔ سندھ پولیس کو مجرموں کی معافی کو روکنے اور موجودہ قانونی خامیوں پر قابو پانے کے لیے قانونی اصلاحات کی وکالت کرنی چاہیے۔ قانونی نظام کو مضبوط بنانے کے لیے ضروری ہے کہ غیرت کے نام پر قتل کو ناقابل مصالحت بنایا جائے، فوری ریاستی استغاثہ کو یقینی بنایا جائے اور سخت سزاؤں کو یقینی بنایا جائے، مجرموں کی ضمانت کو محدود کیا جائے اور قانون کے نفاذ کے طریقہ کار کو بہتر کیا جائے۔

پولیس کو حساس بنایا جائے اور استعداد میں بہتری کی جائے

غیرت کے نام پر قتل کے واقعات کو مؤثر طریقے سے حل کرنے کے لیے، سندھ پولیس کو حساس بنانے اور استعداد کار بڑھانے کے اقدامات کی ضرورت ہے۔ ان اقدامات میں تفتیشی تکنیکوں میں بہتری، صنفی بنیاد پر تشدد کی روک تھام، متاثرین پر مرکوز نقطہ نظر، اور غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم کی تحقیقات کے لیے مخصوص یونٹوں کا قیام، خصوصی تربیتی پروگرام اور ورکشاپس شامل ہونے چاہئیں۔

ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری اور تعلیمی اصلاحات

ذرائع ابلاغ جرم کی شدت اور غیرت کے تصور کو بے نقاب کر کے غیرت کے نام پر قتل کے بارے میں رائے عامہ اور رویوں کو نمایاں طور پر متاثر کر سکتے ہیں۔ تعلیمی اصلاحات میں انسانی حقوق کی تعلیم کو شامل کرنے کے لیے نہ صرف نصاب تبدیل کیا جانا چاہیے بلکہ ان اقدامات کو بھی شامل کیا جانا چاہیے جو نوجوان لڑکیوں کو چھوٹی عمر سے ہی اسکول جانے کی ترغیب دیں۔

سول سوسائٹی کا تعاون اور انسدادی اقدامات

سول سوسائٹی کی تنظیمیں ایڈووکیسی اور شعوری مہموں کے ذریعے غیرت کے نام پر قتل کے پھیلاؤ کے بارے میں بیداری پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

تعلیم کا محاصرہ: پاراچنار کا تعلیمی بحران

جیسا کہ مشہور جرمن شاعر ہائنرچ ہائنے نے کہا تھا، "جہاں وہ کتابیں جلاتے ہیں، وہاں بالآخر وہ انسانوں کو بھی جلا دیں گے۔" پاراچنار کے معصوم بچے خوف و ہراس کے عالم میں دیکھ رہے تھے کہ ان کی نئی نصابی کتب، جو اس تعلیمی سال کے لیے مقرر کی گئی تھیں، قافلے میں لے جاتے ہوئے نذرِ آتش کر دی گئیں۔ یہ معصوم روحیں چاہے جسمانی طور پر نہ جلیں، مگر ان کے خوابوں کو راکھ کر دیا گیا، ان کی امیدوں کے چراغ بجھا دیے گئے، اور وہ روشنی چھین لی گئی جو ابھی پوری طرح روشن ہونے کی منتظر تھی۔

بالائی کرم، پاراچنار، گزشتہ 6 ماہ سے محاصرے کی زد میں ہے، جہاں 500,000 سے زائد باشندے ناقابلِ بیان صدمات سہہ رہے ہیں۔ خوراک، ادویات اور ایندھن کی شدید قلت کے ساتھ بار بار ہونے والے پرتشدد واقعات نے زندگی کو ایک نہ ختم ہونے والی جنگ بنا دیا ہے۔ اب ایندھن کی ترسیل کی بندش اور درسی کتب کی عدم دستیابی نے نہ صرف مشکلات کو مزید سنگین کر دیا ہے بلکہ تعلیمی نظام کو مکمل طور پر مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔

محاصرے کی زد میں آنے والے اس علاقے میں کل 374 تعلیمی ادارے موجود ہیں، جن میں 318 سرکاری اور 56 نجی اسکول، 4 ڈگری کالجز اور 1 میڈیکل یونیورسٹی شامل ہے۔ ان اداروں میں 64,000 سے زائد طلبہ زیرِ تعلیم ہیں، جن میں بچیوں کی بھی معقول تعداد شامل ہے۔ نئے تعلیمی سال کو شروع ہوئے 1 ماہ گزر چکا ہے، مگر ابھی درسی کتاب طلبہ تک نہیں پہنچ سکیں، کیونکہ کتابیں لے جانے والے ٹرکوں کو روکا گیا اور انہیں نذرِ آتش کر دیا گیا۔ وہ طلبہ جو اپنے سینئرز سے پرانی کتابیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے، وہ بھی ایندھن کی عدم دستیابی کے باعث گھروں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں، کیونکہ اس ضلع میں اس وقت نہ اساتذہ اسکول پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی طلبہ۔

پاکستان پہلے ہی سنگین تعلیمی بحران کا شکار ہے، جہاں تقریباً 26 ملین بچے اسکول سے محروم ہیں۔ خاص طور پر سابقہ فاٹا کے اضلاع تعلیمی انڈیکیٹرز میں شہری اور نسبتاً ترقی یافتہ علاقوں کے مقابلے میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہاں بچیوں کی تعلیم ہمیشہ سے ایک نظرانداز شدہ مسئلہ رہی ہے، اور تعلیمی صنفی مساوات کی شرح نہایت تشویشناک حد تک کم ہے۔

اب محاصرے کی اس گھٹن نے ان کے خوابوں کو مزید چکنا چور کرنے کی راہ ہموار کر دی ہے۔ ایندھن کی عدم دستیابی کے باعث دور دراز دیہات سے نیم شہری پاراچنار تک پہنچنا مزید مشکل ہو چکا ہے، اور اس کا سب سے زیادہ اثر بچیوں پر پڑا ہے۔ وہ پہلے ہی گھروں تک محدود تھیں، جہاں تفریح کے مواقع نہ ہونے کے برابر تھے، اور اسکول ہی ان کے لیے ہنسی خوشی اور آزادی کی واحد پناہ گاہ تھا۔ مگر اب وہ روشنی بھی مدھم پڑتی جا رہی ہے۔

اس صدمے سے دوچار اور محصور عوام پہلے ہی مایوسی اور بے بسی کا شکار ہیں، اور اب اپنے بچوں کے مستقبل کو تاریکی میں ڈوبتا دیکھ کر مزید بے چین ہو گئے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ صرف حال میں ہی قید نہیں بلکہ ان کے مستقبل کو بھی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہے۔ اس بدترین حالات میں اپنے بچوں کے مستقبل سے پریشان والدین کو حکام کی طرف سے کوئی تسلی بخش جواب نہیں مل رہا۔ ضلعی انتظامیہ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ محاصرہ کب ختم ہوگا، نہ ہی وہ اس بات کی ضمانت دے سکتے ہیں کہ بچوں کو درسی کتب فراہم کی جائیں گی یا تعلیمی نظام کو بحال کرنے کے لیے ایندھن فراہم کیا جائے گا۔ دوسری جانب، وفاقی اور صوبائی حکومتیں آپسی اختلافات میں الجھی ہوئی ہیں اور کرم کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈال رہی ہیں، جبکہ یہاں کے عوام کو چند دہشت گردوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جنہوں نے اس وسیع علاقے کو محاصرے میں لے رکھا ہے۔

(ہمایوں شاہ)

پاکستان: خواتین کی اجرتیں مردوں کے مقابلے میں 25 فیصد کم، آئی ایل او

پاکستان میں برسرروزگار خواتین کی گھنٹہ وار اجرت مردوں کے مقابلے میں 25 فیصد کم ہے جس کی بڑی وجہ عمر، تعلیم، شعبے یا پیشے کا فرق نہیں بلکہ خواتین سے روا رکھا جانے والا امتیازی سلوک ہے جس کے باعث وہ مردوں کے مساوی محنت کرنے کے باوجود ان سے کہیں کم کماتی ہیں۔

عالمی ادارہ محنت (آئی ایل او) نے بتایا ہے کہ پاکستان میں ملازمت کرنے والی خواتین کی فی گھنٹہ اوسط اجرت 750 روپے ہے جبکہ مرد ایک گھنٹہ کام کر کے 1,000 روپے کماتے ہیں۔ چونکہ مردوں کو خواتین کے مقابلے میں زیادہ وقت کے لیے کام ملتا ہے اس لیے ماہوار اجرت کے اعتبار سے یہ فرق 30 فیصد تک پہنچ جاتا ہے۔

'آئی ایل او' نے یہ بات خواتین کے عالمی دن پر 'پاکستان میں صنفی بنیاد پر اجرتوں میں فرق کی وجوہات' کے عنوان سے جاری کردہ رپورٹ میں بتائی ہے۔

اس رپورٹ کے مطابق، 35 سال سے زیادہ عمر کے ملازمین کی اجرتوں میں صنفی بنیاد پر فرق زیادہ ہوتا ہے کیونکہ زچگی کے بعد کام پر آنے والی خواتین کو ملازمت میں آسانیاں درکار ہوتی ہیں جس کی قیمت انہیں اجرت میں کمی کی صورت میں چکانا پڑتی ہے۔

کام کے غیر رسمی شعبے میں صنفی بنیاد پر اجرتوں کا فرق رسمی شعبے کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے (40 فیصد) ہے۔ اسی طرح سرکاری کے مقابلے میں نجی شعبے میں بھی یہ فرق زیادہ ہے جہاں محنت کے قوانین پر پوری طرح عملدرآمد نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں، تعلیم یافتہ ملازمین میں یہ فرق ناخواندہ محنت کشوں کے مقابلے میں کم ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ ہونے کی صورت میں خواتین کے لیے باوقار روزگار کا حصول قدرے آسان ہو جاتا ہے۔

محنت کے قوانین پر عملدرآمد کا فقدان

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ محنت کے قوانین پر عملدرآمد کی ناقص صورتحال بھی پاکستان میں صنفی بنیاد پر اجرتوں میں فرق کی ایک اور بڑی وجہ ہے۔ چونکہ رسمی معیشت اور سرکاری شعبے میں ان قوانین پر عملدرآمد کی صورتحال بہتر ہے اسی لیے وہاں خواتین مردوں کے مساوی کام کرتے ہوئے ان کے برابر اجرت پاتی ہیں۔

'آئی ایل او' کا کہنا ہے کہ پاکستان میں صنفی بنیاد پر اجرتوں میں فرق کو کم اور ختم کرنے کے لیے پالیسی سازی کے ضمن میں نئے اور موثر اقدامات درکار ہیں۔ دیگر ممالک کی مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کام کی قدر کو جانچنے کے لیے

پاکستان کے علاقے رحیم یار خان میں گندم کی کٹائی کا منظر

ملازمتوں کے صنفی اعتبار سے غیر جانبدارانہ تجزیے کمپنیوں کو اجرت میں فرق کم کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔

پاکستان میں بلوچستان واحد صوبہ ہے جہاں 'آئی ایل او' کے کنونشن 100 کے تحت مرد و خواتین کے مساوی کام کی مساوی اجرت یقینی بنانے سے متعلق قانون سازی ہو چکی ہے۔

اس حوالے سے دیگر صوبوں میں رائج قوانین میں ترامیم کر کے ان میں مساوی قدر کے کام کی صنفی اعتبار سے مساوی اجرت کا اصول شامل کرنا ضروری ہے۔ اس طرح ہر جگہ ایک جیسا کام کرنے والے مردوں اور خواتین کے لیے ایک سی اجرت یقینی بنانے میں مدد ملے گی۔

رپورٹ کے مطابق، پاکستان نے اپنے ہاں محنت کے قوانین کو 'آئی ایل او' کے کنونشن سے ہم آہنگ کرنے کے لیے قانونی اصلاحات کا عزم ظاہر کیا ہے۔ صوبہ پنجاب اور سندھ میں بنائے گئے محنت کے ضابطوں میں ان اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے تاہم انہیں نافذ کرنے اور ان پر عملدرآمد کی ضرورت ہے۔

کم از کم اجرت میں اضافے کی ضرورت

'آئی ایل او' کا کہنا ہے کہ اجرتوں سے متعلق پالیسیاں بھی کام کے معاوضوں میں صنفی بنیاد پر فرق کو کم اور ختم کرنے میں مددگار ہو سکتی ہیں۔ کم از کم اجرت میں اضافے سے خواتین کو غیر متناسب طور سے فائدہ ہو سکتا ہے کیونکہ کم اجرت پر کام کرنے والوں میں خواتین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے قانون سازی یا اجتماعی سودے بازی کے ذریعے کم از کم اجرت طے کرنے کے عمل میں ان اہم باتوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

پاکستان میں خواتین بعض مخصوص شعبوں (جیسا کہ کان کنی) میں کام نہیں کر سکتیں جنہیں ان کے لیے غیر محفوظ سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ ایسی پابندیوں کا مقصد خواتین کی زندگی اور صحت کو تحفظ دینا ہوتا ہے لیکن اس سے ان کے لیے روزگار کے مواقع اور اجرتوں کی شرح کم ہو جاتی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سخت کام والے شعبوں میں خواتین کے لیے پابندیوں کا جائزہ لینا ضروری ہے اور صرف انہی پابندیوں کو برقرار رکھنا چاہیے جن کی خاص ضرورت ہو۔

غیر رسمی شعبے میں ضابطہ کاری

'آئی ایل او' نے کہا ہے کہ ہر بچے کی پیدائش پر خواتین ملازمین/محنت کشوں کو مساوی دورانیے کی چھٹی ملنی چاہیے۔ اس وقت پاکستان میں خواتین کو پہلے بچے کی پیدائش پر 180 یوم اور تیسرے بچے کو جنم دینے پر 90 یوم کی چھٹی ملتی ہے جبکہ اس کے بعد کسی بچے کی پیدائش پر کوئی چھٹی نہیں۔ علاوہ ازیں، کام کے دوران بچے کی نگہداشت سے متعلق خدمات کو بھی وسعت دینے کی ضرورت ہے تاکہ خواتین کے لیے زچگی کے بعد بھی کام جاری رکھنے کا موقع میسر رہے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ محنت کے قوانین نافذ کرنے اور ان پر موثر طور سے عملدرآمد کے نتیجے میں صنفی بنیاد پر اجرتوں میں فرق کو کم کرنے میں نمایاں مدد ملے گی کیونکہ پاکستان میں بڑی حد تک اس کی وجہ خواتین کے ساتھ روا رکھا جانے والے امتیازی سلوک سے ہے جس پر قوانین کے ذریعے ہی قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے کام کے غیر رسمی شعبے کو بھی باضابطہ بنانا ہوگا جہاں اجرتیں بہت کم اور حالات کار نامناسب ہیں اور محنت کشوں بالخصوص خواتین کے لیے سماجی تحفظ بہت کم یا نہ ہونے کے برابر ہے۔

صنفی بنیاد پر اجرتوں میں فرق کو کم اور ختم کرنے کے اقدامات حکومتوں، مزدور انجمنوں، آجروں کی تنظیموں اور سول سوسائٹی کے مشترکہ اقدامات کا تقاضا کرتے ہیں اور اسی طرح ایسے جامع طریقہ ہائے کار وضع کیے جا سکتے ہیں جن سے محنت کی منڈی میں صنفی عدم مساوات پر قابو پایا جا سکے گا۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

دنیا کے ایک چوتھائی ممالک میں خواتین کے حقوق زوال پذیر، رپورٹ

برازیل میں خواتین کھیلوں تک سب کی یکساں رسائی کی اہمیت اجاگر کر رہی ہیں

7 مارچ 2025 خواتین

دنیا بھر میں خواتین اور لڑکیوں کو شدید تفریق اور کمزور قانونی تحفظ کا سامنا ہے، انہیں مدد دینے والے پروگراموں اور اداروں کو حسب ضرورت مالی وسائل نہیں ملتے اور ان کے بنیادی حقوق کو لاحق خطرات بڑھتے جا رہے ہیں۔

خواتین کے لیے اقوام متحدہ کے ادارے 'یو این ویمن' کی نئی رپورٹ بعنوان 'بیجنگ اعلامیے سے 30 برس بعد خواتین کے حقوق کا جائزہ' میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ سال تقریباً ایک چوتھائی خواتین کے حقوق کی صورتحال میں بگاڑ دیکھا گیا۔ یہ رپورٹ خواتین کے 50ویں عالمی دن سے پہلے جاری کی گئی ہے جو 8 مارچ کو منایا جا رہا ہے۔

رپورٹ کے مطابق، کئی دہائیوں کی کوششوں کے باوجود معاشی عدم استحکام، موسمیاتی بحران، بڑھتے ہوئے تنازعات اور سیاسی دباؤ کے باعث صنفی مساوات کی صورتحال خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔

خواتین کی ترقی، سب کی ترقی

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتیرش نے اپنے پیغام میں کہا ہے کہ جب خواتین اور لڑکیاں ترقی پاتی ہیں تو سبھی کو فائدہ ہوتا ہے۔ تاہم، اس وقت خواتین کے حقوق کے بجائے ان سے نفرت کو فروغ مل رہا ہے۔ انسانی حقوق، مساوات اور بااختیاری کو ہر جگہ تمام خواتین اور لڑکیوں کے لیے حقیقت بنانے کی خاطر مضبوطی سے کھڑا ہونا ہوگا۔

یو این ویمن کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر سیما بحوث نے اسی بات کو دہراتے ہوئے کہا ہے کہ صنفی مساوات اور خواتین کو بااختیار بنانے کی راہ میں پیچیدہ مسائل حائل ہیں لیکن اس سمت میں ثابت قدمی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ خواتین اور لڑکیاں تبدیلی کا مطالبہ کر رہی ہیں جو کہ ان کا حق ہے۔

صنفی مساوات، حقوق نسواں اور خطرات

تاریخ میں 87 ممالک کی قیادت کسی نہ کسی دور میں خواتین کے ہاتھ میں رہی ہے لیکن حقیقی صنفی مساوات کا حصول تاحال بہت دور کی بات ہے۔ یو این ویمن نے بتایا ہے کہ ہر 10 منٹ کے بعد ایک خاتون یا لڑکی اپنے خاندان کے کسی رکن یا شوہر/مرد ساتھی کے ہاتھوں قتل ہو جاتی ہے۔

ڈیجیٹل ٹیکنالوجی بھی صنفی عدم مساوات کو بڑھاوا دے رہی ہے۔ مصنوعی ذہانت اور سوشل میڈیا کے بعض پلیٹ فارم نقصان دہ دقیانوسی تصورات کو تقویت فراہم کر رہے ہیں۔ ڈیجیٹل اور ٹیکنالوجی سے متعلقہ شعبوں میں خواتین اور لڑکیوں کی نمائندگی بہت کم ہے۔ گزشتہ دہائی کے دوران مسلح تنازعات سے براہ راست متاثر ہونے والی خواتین اور لڑکیوں کی تعداد میں 50 فیصد اضافہ دیکھا گیا جبکہ حقوق نسواں کے محافظوں کو روزانہ کی بنیاد پر ہراسانی، ذاتی حملوں اور موت کے خطرات کا سامنا رہتا ہے۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ کووڈ۔19، خوراک اور ایندھن کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور جمہوری اداروں کو ہونے والے نقصان سے صنفی مساوات کی جانب پیش رفت نا صرف سست پڑ رہی ہے بلکہ اب تک حاصل ہونے والی کامیابیاں بھی ضائع ہونے لگی ہیں۔

بیجنگ+30: کامیابیاں

رواں سال دنیا بیجنگ اعلامیے کی 30ویں سالگرہ منا رہی ہے جو خواتین کے حقوق کو فروغ دینے کا دانشمندانہ ترین لائحہ عمل سمجھا جاتا ہے۔ اس موقع پر یو این ویمن کی رپورٹ میں صنفی مساوات اور حقوق نسواں کے حوالے سے اب تک حاصل ہونے والی بہت سی کامیابیوں کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے۔

رپورٹ کے مطابق، 1995 سے اب تک دنیا بھر کے ممالک نے صنفی مساوات کو فروغ دینے کے لیے 1,531 قانونی اصلاحات کیں، زچگی میں اموات کی شرح ایک تہائی حد تک کم ہو گئی اور قانون ساز اداروں میں خواتین کی نمائندگی دوگنا سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔

تاہم، رپورٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ 2030 کے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے ابھی بہت سا کام باقی ہے۔ نیا متعارف کرایا گیا بیجنگ+30 ایجنڈا اس سمت میں پیش رفت کو تیز کرنے کے لیے ایسے شعبوں کی نشاندہی کرتا ہے جہاں ترجیحی بنیادوں پر کام کی ضرورت ہے۔

ٹیکنالوجی تک خواتین اور لڑکیوں کی مساوی رسائی اور آن لائن تحفظ یقینی بنانے کی ضرورت ہے جبکہ خواتین کو معاشی طور پر بااختیار بنانے کے لیے سماجی تحفظ، عالمگیر صحت عامہ تعلیم پر سرمایہ کاری درکار ہے۔

خواتین کے اداروں کی اہمیت

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ خواتین کے زیر قیادت حقوق کی تنظیموں کو پائیدار امن کے لیے وسائل مہیا کیے جانے چاہئیں اور ماحولیاتی پالیسیوں کی تشکیل میں خواتین کے قائدانہ کردار کو ترجیح دینے سمیت ماحول دوست روزگار تک ان کی مساوی رسائی یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔

رکن ممالک کو خواتین اور لڑکیوں کے خلاف ہر طرح کے تشدد کا خاتمہ کرنے سے متعلق قانون سازی اور اس پر عملدرآمد بھی یقینی بنانا ہوگا۔ اس ضمن میں خاطر خواہ وسائل کے ساتھ منصوبہ بندی اور مقامی سطح پر کام کرنے والی تنظیموں اور اداروں کو مدد کی فراہمی بھی لازمی اہمیت رکھتی ہے جو خواتین کے حقوق کو تحفظ دینے کے لیے کام کرتی ہیں۔

بیجنگ+30 کی سالگرہ اور خواتین کی صورتحال پر اقوام متحدہ کے کمیشن کا اجلاس (سی ایس ڈبلیو 69) قومی پالیسیوں علاقائی حکمت عملی اور عالمی معاہدوں میں اس ایجنڈے کو جگہ دینے کا ایک اہم موقع ہیں۔

یو این ویمن کا عزم

صنفی مساوات کو انتہائی مشکل دور کا سامنا ہے اور اس موقع پر یو این ویمن حکومتوں، کاروباروں اور سول سوسائٹی کو اپنے وعدے پورے کرنے اور خواتین کے حقوق یقینی بنانے کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کرنے کے لیے کہہ رہا ہے۔

خواتین کے حقوق کے حوالے سے اس اہم ترین سال میں یو این ویمن یہ یقینی بنانے کے لیے پرعزم ہے کہ ہر جگہ تمام خواتین اور لڑکیاں اپنے حقوق اور آزادیوں سے پوری طرح مستفید ہوں۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

قلم آزاد

ترتیب وادارت: ادریس بابر

ہماری بے باک بیٹیوں کو وہ چھوڑ دیں گے
تو عید ہوگی، تو رقص ہوگا
ہماری ماہ رنگوں،سمیوں، بیبروں کو چھوڑیں
تو عید ہوگی، تو رقص ہوگا
مری روبینی کو، میری فیرے کو چھوڑ دیں گے
تو عید ہوگی، تو رقص ہوگا
(حارث خلیق)

گم شدہ

وہ جب مجھ سے مخاطب ہوں تو کہتے ہیں
چلو ہم مان لیتے ہیں
مہاجر اور پنجابی
یا سندھی ہوں
کسی کو کچھ پتہ جن کا نہیں ہے
سرزنش کرنے کی خاطر
گرا ٹھائے ہیں
چھپا کر پاس رکھے ہیں
تمہیں اچھا نہیں لگتا---
مگر یہ بات سمجھاؤ
بلوچوں اور پشتونوں سے
گلگت اور بلتستان کے ان باسیوں سے
کیا تعلق ہے
تمہاری کیا قرابت ہے---
کبھی سوچا
کہ اپنی مملکت سے برسرِ پیکار
غدّاروں سے رشتہ جوڑتے ہو
اور ہم سے توڑتے ہو--- ''
میں مخاطب ان سے ہوتا ہوں
بتاتا ہوں ''مرا گر کوئی رشتہ ہے
شہیدوں کے عزاداروں سے رشتہ ہے
بغاوت کے علم داروں سے رشتہ ہے
جبینیں اپنی خم کرنے پہ آمادہ نہیں ہیں جو
مرا ان سب قلم کاروں سے رشتہ ہے---
کبھی جب کوئی گم ہوتا ہے مجھ کو
اپنی نانی کی وہ آنکھیں یاد آتی ہیں
خلا میں گھورتی وہ ملگجی آنکھیں
کہ جن میں موت تک
اُس شام کا منظر نہ دھندلایا
وہ امرتسر کا خون آشام اسٹیشن
اور اک بچّی کا گم ہونا---
مرا آنکھوں میں اٹکے
سب جگرپاروں سے رشتہ ہے
کہیں کے ہوں، کہاں بھی ہوں
جو گم ہیں آج
ان کے سارے غم خواروں سے رشتہ ہے ''
(حارث خلیق)

"تم ہارے ہوئے فریق ہو"
تم ظلم کی انتہا کر دو
مگر
یہ جان لینا کہ
مظلوم کی آہ و بکا
سدا تمہارا پیچھا کرے گی
تم اپنے چہرے اور ہاتھوں پر لگے
خون کے سرخ دھبے
نہ مٹا سکو گے
آج تم جسے اپنی فتح
اور کامیابی سمجھ بیٹھے ہو
وہ تمہارا ذہنی فتور ہے
اپنے سینے پر تم نے جو پیتل کے
رنگ برنگے تمغے سجا رکھے ہیں
انہیں اتار پھینکو
دراصل تم ہارے ہوئے فریق ہو
کیونکہ
بچ جانے والے تم سے نفرت کرتے ہیں
دیکھو یتیم بچوں کو
اجڑی سہاگنوں کو
اور بوڑھی غم زدہ آنکھوں میں
ان میں تمہیں انتقام کے سوا
کچھ نہیں ملے گا
تم زمین، پہاڑ، ساحل اور وسائل تو فتح کر سکتے ہو
لیکن ان لوگوں کے خواب نہیں
دراصل تم ہارے ہوئے فریق ہو
(قاضی خضر)

اگر کہیں کوئی ایسا پیڑ ہوتا

جس کے تنے سے لپٹے دھاگے
زنجیروں سے چھڑوا سکتے
درود کے دم پر ملوا سکتے
بہنوں سے ان کے مغوی بھائی
بیٹیوں سے ان کے لاپتا باپ
اگر کہیں کوئی ایسا رُکھ ہوتا
یہ اس کی جڑیں تک کھود ڈالتے
شاخیں پتوں سمیت جلا دیتے
ماہ رنگ بہنا! ماہ رنگ بٹیا!
تب تمھیں اور زیادہ دکھ ہوتا
(ادریس بابر)

ایک سیوریج ورکر کی موت

عمر بھر کی مستعد خدمات کا صلہ
قیمتی خوشبو دار لکڑی کا تابوت
اتنا تو ہمارے ہیرو کا حق بنتا تھا
جلائے جانے کے دوران اٹھتے رہے
متضاد رنگوں کی مہک کے مرغولے
بُو کے بھار نے ان کا سر ہلکا کر دیا
انہیں لگا وہ ان کے ساتھ کھڑا ہے
اپنی سوگوار موت پر خوشگوار موڈ میں
وہ تابوت میں لیٹنا بھول گیا تھا
قبرستان کے باہر گٹر کھلا پڑا تھا
(ادریس بابر)

انتشار

آوازوں کے ہجوم میں چپ رہنے کی سزا
ایک مستقل بے بسی کے سوا کیا ہوسکتی ہے
اس انتشار بھری یکجائی میں
مجھے اپنے علاوہ کسی سے ڈر نہیں لگتا
اب میں دنیا کے آگے رکوع میں جھکوں
یا دل کی بارگاہ میں سر بہ سجود ہوں
کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا
قد آوروں کے خدا کی غیر معمولی تخلیق
میں وہ شہکار بونا ہوں
جسے آسمان کے دونوں طرف کوئی جائے اماں نہیں

پاکستان میں پسے ہوئے محنت کشوں کے سماجی تحفظ کے حق کی ایڈووکیسی

علی حیدر

سماجی تحفظ پاکستان کے شعبہ محنت کا ایک اہم لیکن اکثر نظرانداز شدہ پہلو ہے، جو لاکھوں مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے 20 فروری 2025 کو اسلام آباد میں ایک گول میز کانفرنس کا انعقاد کیا تا کہ سماجی تحفظ کے نفاذ کے حوالے سے نظام میں پائی جانے والی خامیوں کو اجاگر کیا جا سکے۔ اس تقریب میں خیبر پختونخوا، پنجاب، سندھ، بلوچستان اور اسلام آباد سے مزدور رہنماؤں، یونین کے نمائندوں، سرکاری حکام اور قانونی ماہرین کو اکٹھا کیا گیا، اور موجودہ قوانین کی غفلت اور ناقص نفاذ کی ایک پریشان کن تصویر پیش کی گئی۔

پاکستان ورکرز یونائیٹڈ فیڈریشن کے سیکرٹری اطلاعات چوہدری شوکت نے تقرری ناموں اور باقاعدہ ملازمت کے معاہدوں کی کمی کو اہم رکاوٹیں قرار دیا۔ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ بہت سے کاروبار سپریم کورٹ کے فیصلوں کے باوجود لیبر قوانین کو نظرانداز کرتے ہیں، جس سے اربوں روپے ورکرز ویلفیئر فنڈز کا حصہ نہیں بن پاتے اور ضرورت مندوں کی مالیاتی مشکلات میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

خیبر پختونخوا ایمپلائز سوشل سیکیورٹی انسٹی ٹیوشن کے وائس کمشنر خورشید عالم نے رجسٹریشن اور سوشل سیکیورٹی کے نظام کا دائرہ بڑھانے کے حکومتی اقدامات کا دفاع کیا۔ انہوں نے ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹی ٹیوشن (ای او بی آئی) اور سوشل سیکیورٹی ایجنسیوں میں جاری اصلاحات کا حوالہ دیا لیکن نفاذ میں مسائل کی موجودگی کو تسلیم کیا۔ غیر رسمی مزدوری کو رسمی مزدوری بنانے کا چیلنج، جہاں زیادہ تر مزدور غیر دستاویزی ہیں، ترقی کو کمزور کر رہا ہے۔ عالم صاحب نے روشنی ڈالی کہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان جیسے خطوں میں، سماجی تحفظ کا بنیادی ڈھانچہ خاص طور پر کمزور ہے، جس کی وجہ سے مزدور استحصال کا شکار ہیں۔

عالمی ادارہ محنت (آئی ایل او) کی گورننگ باڈی کے منتخب رکن، ظہور اعوان نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان کی جانب سے متعدد بین الاقوامی لیبر کنونشنز کی توثیق کے باوجود، ان کا نفاذ غیر مؤثر ہے۔ انہوں نے جامع اصلاحات پر زور دیا جس میں محنت کشوں کی لازمی رجسٹریشن، فنڈز کی شفاف تخصیص، اور آجروں کی سخت نگرانی شامل ہے۔ اعوان نے مشورہ دیا کہ پاکستان فلپائن اور کمبوڈیا کے عالمی ماڈلز سے سیکھ سکتا ہے، جہاں حکومتیں سماجی تحفظ کی اسکیموں کو مستقل طور پر فنڈز فراہم کرتی ہیں۔

بحث میں کان کے مزدوروں کی حالت زار پر بھی توجہ مرکوز کی گئی۔ کوئٹہ سے نیشنل لیبر فیڈریشن کے سیکرٹری جنرل عمر حیات نے بہت کم حفاظتی انتظامات کی موجودگی میں کام کے خطرناک حالات کی طرف توجہ مبذول کروائی۔ انہوں نے دکی، بلوچستان میں ہونے والے المناک واقعات کا ذکر کیا، جہاں مزدور عسکریت پسندی اور صنعتی حادثات کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، پھر بھی ان کے خاندانوں کو ان کی غیر رجسٹرڈ حیثیت کی وجہ سے کوئی معاوضہ نہیں ملا۔ مزدوروں نے کہا کہ وہ باہر کی نسبت خطرناک کانوں میں زیادہ محفوظ محسوس کرتے ہیں، اکثر ریاستی اداروں اور باغیوں کو بھتہ دیتے ہیں۔ حیات سمیت مزدوروں کے وکلاء نے آجروں کو جوابدہ ٹھہرانے کے لیے پیشہ ورانہ حفاظت کے مضبوط قوانین اور طریقہ کار پر زور دیا۔

کراچی میں پائلر سے تعلق رکھنے والے مقصود احمد نے پسماندہ گروہوں، خاص طور پر گھر پہ رہ کر کام کرنے والے مزدوروں، زرعی اور گھریلو ملازمین کے اخراج پر تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے دلیل دی کہ ان شعبوں میں خواتین کو منظم رکاوٹوں کا سامنا ہے، کیونکہ قانونی ڈھانچہ ان کی ملازمت کی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا۔ قانونی ماہرین نے سماجی تحفظ کی اسکیموں میں ان کی شمولیت کو یقینی بناتے ہوئے خواتین کو یونین سازی کا حق دینے کے لیے زرعی ورکرز ایکٹ میں ترمیم کرنے کا مشورہ دیا۔

قومی صنعتی تعلقات کمیشن (این آئی آر سی) کے رکن مصباح اللہ خان نے حالیہ قانونی پیشرفت پر تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ این آئی آر سی قوانین میں ترامیم کے بعد اب مزدوروں کے لیے تقرری نامے ضروری قرار دیے گئے ہیں اور "محنت کش" اور "آجر" کی اصطلاحات کی از سرِ نو وضاحت کی گئی ہے۔ این آئی آر سی نے زبانی برطرفی کے خلاف بھی کارروائی کی ہے اور یہ قرار دیا ہے کہ نو ماہ تک کام کرنے والے ملازم کو مستقل سمجھا جائے گا چاہے اس کی مستقلی کا باقاعدہ آرڈر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ خان نے ملازمین اور آجروں دونوں کے لیے قابل رسائی انصاف کی ضرورت پر زور دیا اور ان مسائل پر فریقین کے مابین مزید مذاکرات کے منصوبوں کا اعلان کیا۔

ایچ آر سی پی، اسلام آباد چیپٹر کی وائس چیئرپرسن نسرین اظہر نے تاریخی سیاق و سباق فراہم کرتے ہوئے کہا کہ تقسیم کے بعد ریاست کی غیر لچکدار سرمایہ داری کی طرف منتقلی نے مزدوروں کے حالات کو مزید خراب کر دیا ہے۔ انہوں نے اس بات پر روشنی ڈالی کہ بہت سے ملازمین کو اب بھی بروقت تنخواہ نہیں ملتی جس سے ان کی معاشی پریشانی بڑھ جاتی ہے۔

ایچ آر سی پی کے کونسل ممبر فرحت اللہ بابر نے تین اہم سفارشات پیش کیں۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ سماجی تحفظ ایک نظرانداز شدہ مسئلہ ہے، خاص طور پر غیر رسمی اور گھریلو ملازمین کے لیے، اور اس غفلت کو جرم قرار دیا۔ بابر نے سماجی تحفظ کی اسکیموں کے تحت اراضی کی تقسیم میں شدید عدم مساوات پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ بعض ریاستی اداروں سے مراعات یافتہ افراد کو وسیع اراضی حاصل ہوتی ہے جبکہ مزدوروں کو کچھ نہیں ملتا۔ انہوں نے آرٹیکل 38 کو بنیادی حقوق میں شامل کرنے کے لیے فوری ایڈووکیسی کا مطالبہ کیا، اور سماجی تحفظ کو تعلیم اور معلومات کے حقوق کی طرح ریاست کی ذمہ داری قرار دیا۔

سماجی تحفظ کی تقسیم میں بدعنوانی اور نااہلی کے حوالے سے اضافی خدشات کا اظہار کیا گیا۔ اسلام آباد میں مقیم اکرم خرم ایڈووکیٹ نے نشاندہی کی کہ 18ویں ترمیم کے بعد صوبوں کے پاس سماجی تحفظ پر آزادانہ طور پر قانون سازی کرنے کا اختیار نہیں ہے، یوں وہ وفاقی پالیسیوں پر انحصار کرتے ہیں۔ مالیاتی ادارے ای او بی آئی کے مستحق نہیں جس سے شعبہ بینکاری کے لاکھوں ملازمین مراعات سے محروم ہیں۔، پنجاب ایمپلائز سوشل سیکیورٹی انسٹی ٹیوشن (پی ای ایس ایس آئی) کی نمائندگی کرتے ہوئے ملک فرخ نے نظام میں پائے جانے والے مسائل جیسے کہ غیر معیاری ادویات اور سماجی تحفظ کے پروگراموں میں ملازمین کی محدود تعداد کی شمولیت کو تسلیم کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ ضروری حکومتی ترامیم کے ساتھ ہوم بیسڈ ورکرز کو سوشل سیکیورٹی اسکیموں میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

اس بحث میں دیہی شعبوں میں مزدوروں کے شدید استحصال کو بھی اجاگر کیا گیا۔ فیڈرل بورڈ آف ریونیو (ایف بی آر) کے ایک یونین لیڈر کا کہنا تھا کہ بہت سے آجر لیبر قوانین پر عملدرآمد نہیں کرتے، مزدوروں کی باقاعدہ رجسٹریشن نہیں کرتے اور ان سے دیہاڑی دار مزدور کے طور کام کرواتے ہیں۔ خورشید عالم نے سوشل سیکیورٹی کارڈز کی تصدیق کے لیے اٹھائے جانے والے اقدامات کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ حال ہی میں 140,000 محنت کشوں کو رجسٹر کیا گیا ہے۔ تاہم، انہوں نے محنت کشوں کی شمولیت بڑھانے کے لیے پی ای ایس ایس آئی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعاون کی ضرورت کو تسلیم کیا۔

بات چیت کا اختتام ایک متفقہ معاہدے پر ہوا: پاکستان کی افرادی قوت کے لیے سماجی تحفظ کی اصلاحات ضروری ہیں۔ جب کہ سرکاری عہدیداروں نے آجر کی جانب سے لیبر قوانین کی پیروی پر زور دیا، یونین کے رہنماؤں اور ماہرین نے نادرا اور مردم شماری کے اعداد و شمار کا استعمال کرتے ہوئے ورکرز کے ریکارڈ کو ڈیجیٹائز کرنے، نگرانی کے مضبوط نظام کو نافذ کرنے، اور حکومت، مزدور نمائندوں اور آجروں پر مشتمل سہ فریقی فریم ورک قائم کرنے کی حمایت کی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ آرٹیکل 38 کے تحت سماجی تحفظ کو آئینی حق کے طور پر شامل کرنے کا اجتماعی مطالبہ کیا گیا اور کہا گیا کہ ریاست کو اپنی افرادی قوت کی فلاح و بہبود کو ترجیح دینے پر مجبور کیا جائے۔ ان اصلاحات کے بغیر، پاکستان کی افرادی قوت غیر مؤثر اور غیر فعال سماجی تحفظ کے نظام کے رحم و کرم پر رہے گی۔

خواجہ سراء پر حملہ

میانوالی میانوالی شہر کے مسلم بازار میں تلخ کلامی پر نعمان نامی شخص نے ملک شفقت عرف ماہین خواجہ سرا کو گولیاں مار کر زخمی کر دیا۔ ڈی پی او نے ڈی ایس پی سرکل صدر سے واقعہ کی رپورٹ طلب کر لی ہے۔ ایس ایچ او تھانہ سٹی نفری کے ہمراہ جائے وقوعہ پر پہنچ گئے۔ پولیس کی انوسٹی گیشن وفرانزک ٹیم نے شواہد اکٹھے کیے ہیں۔ زخمی ہسپتال منتقل۔ خواجہ سرا کی والدہ کی مدعیت میں مقدمہ درج کر لیا گیا تھا۔ پولیس کا کہنا تھا کہ ملزم کی گرفتاری کے لیے ٹیمیں تشکیل دے دی گئیں ہیں۔ جلد ملزم کو گرفتار کر لیا جائے گا , پولیس حسب ضابطہ قانونی کاروائی عمل میں لا رہی ہے۔ وقوعہ 12 مارچ کو پیش آیا تھا۔

(محمد رفیق)

دیہی علاقوں میں بجلی کی عدم فراہمی کا مسئلہ

نوشکی پاک افغان بارڈر پر واقع یونین کونسل ڈاک اور انام بوستان کے تین درجن سے زائد دیہات کو گزشتہ 11 ماہ سے بجلی کی عدم فراہمی سے وہاں کے باشندوں کو مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ رمضان المبارک میں خواتین کو امور خانہ داری اور روزہ داروں کو عبادات میں مشکلات کا سامنا تھا۔ اب رمضان المبارک کا مہینہ تو گزر گیا ہے، لیکن موسم گرما شروع ہو گیا ہے۔ پاک افغان بارڈر ریگستانی علاقہ ہے جس کی وجہ سے وہاں گرمی زیادہ پڑتی ہے۔ بجلی نہ ہونے کی وجہ سے ہزاروں باشندے مشکلات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ یونین کونسل ڈاک کے وائس چیئرمین میر منصور احمد مینگل، اور عزیز احمد مینگل نے چیف ایگزیکٹو کیسکو سے مطالبہ کیا ہے کہ ان دیہاتوں کو بجلی کی فراہمی بحال کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ ایس ڈی او کیسکو پرویز میروانی کے مطابق 10 ماہ قبل طوفانی ہواؤں سے بیدی کے قریب تین پول گر گئے تھے جس کی وجہ سے بجلی کی فراہمی معطل رہی۔ کیسکو حکام نے تین پول نصب کیے لیکن کلی زاروچاہ میں چھ پول گرنے کی وجہ سے بجلی کی فراہمی معطل ہے۔ بجلی کی فراہمی کے لیے 36 لاکھ روپے لاگت آئی لیکن متعلقہ دیہات کے باشندوں کی لاپرواہی کی وجہ سے بھی بجلی کی فراہمی معطل ہے۔ غیر ادا شدہ بلوں کی ریکوری غیر تسلی بخش ہے۔ صارفین بجلی بلوں کی بروقت ادائیگی کے لیے کیسکو کے عملہ سے تعاون کریں۔

(محمد سعید)

طورخم بارڈر پر حالیہ کشیدگی وسرحدی گزرگاہ بندش کے خلاف خیبر کی عوام کا امن مارچ

خیبر خیبر کے رہائشیوں نے طورخم بارڈر پر حالیہ کشیدگی اور سرحدی گزرگاہ کی بندش کے خلاف امن مارچ کا انعقاد کیا، جس میں مقامی افراد اور مختلف تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ امن مارچ کے شرکاء نے اس موقع پر کہا کہ جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں، اور افغانستان و پاکستان کے مسائل کا حل صرف ڈائیلاگ کے ذریعے ممکن ہے۔ شرکاء کا کہنا تھا کہ حالیہ کشیدگی سے دونوں ممالک کو اربوں کا نقصان ہوا ہے، اور دونوں ممالک کو اپنے مسائل کو بات چیت کے ذریعے حل کرنا چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ طورخم سرحد پر تجارت کی بحالی، دوست اور امن دوست پالیسی کے تحت روزگار کے وسیع مواقع پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ مارچ میں شریک افراد نے یہ بھی کہا کہ حالیہ کشیدگی کی وجہ سے طورخم باچا مینہ سے مقامی لوگوں نے نقل مکانی شروع کر دی ہے، اور سرحد پر جنگ کے منفی اثرات مقامی لوگوں پر پڑ رہے ہیں۔ مقامی تاجر، ٹرانسپورٹرز اور مزدوروں کے چولہے ٹھنڈے پڑ گئے ہیں کیونکہ ان کی روزگار کا انحصار طورخم بارڈر پر ہے۔ امن مارچ کے شرکاء نے نعرے لگاتے ہوئے کہا کہ وہ امن چاہتے ہیں اور جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ مارچ میں شریک افراد نے اپنے احتجاجی پیغام میں کہا کہ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے اور امن قائم کرنے کے لئے فوری اقدامات کیے جائیں۔

(مسعود شاہ)

12 بھٹہ مزدور بازیاب

نوشکی 7 فروری کو تھانے کنری کی پولیس نے سیشن کورٹ عمرکوٹ کے حکم پر کنری کے قریب میمن کنری میں ناصر پٹھان کے اینٹوں کے بھٹہ پر چھاپہ مار کر جبری مشقت کا شکار 12 بھٹہ مزدور بازیاب کرائے۔ بازیاب ہونے والوں میں رمیش کولہی، ہیرو، گنگا، شانتی، کیول اور دیگر شامل تھے۔ انہیں ڈھنجی کولہی کی درخواست پر بازیاب کرایا گیا۔ بھٹہ مزدوروں نے الزام لگاتے ہوئے کہا کہ بھٹہ مالک ان کے کام کا حساب کتاب بھی نہیں کرتا تھا۔ عدالت نے تمام بازیاب بھٹہ مزدوروں کو اپنی مرضی اور پسند کے مطابق آزاد زندگی گزارنے کی اجازت دے دی۔

(نامہ نگار)

خاتون کی نعش کا معاملہ

میانوالی دو یوم قبل تھانہ موچھ کے علاقے میں لفٹ اریگیشن تری خیل کے نیچے کالاباغ روڈ سے ایک نامعلوم خاتون کی نعش برآمد ہوئی تھی جس کو کسی نامعلوم گاڑی نے ٹکر ماری تھی اور اس سے خاتون کی موت واقع ہو گئی۔ جائے وقوعہ سے بھی ملنے والے شواہد بھی خاتون کی ہلاکت روڈ حادثہ میں ظاہر کر رہے ہیں۔ میانوالی پولیس نے قرب وجوار میں مسجدوں میں شناخت کے اعلانات بھی کروائے لیکن کوئی وارث نہیں آیا، پولیس کی مدعیت میں مقدمہ درج کر کے نعش کو امانتاً دفن کر دیا گیا۔

(محمد رفیق)

کھیلوں کا مرکز فعال کرنے کا مطالبہ

نوشکی چھ سال قبل نوشکی میں کھیلوں کے فروغ کے لیے نوجوانوں کے لیے ان ڈور زگیم کمپلیکس کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا تاکہ نوجوانوں کو ان ڈورز گیم کی سہولیات کی فراہمی ممکن ہو سکے لیکن پانچ سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی سپورٹس کمپلیکس محکمہ سپورٹس کے اعلیٰ حکام کی عدم توجہی کے باعث غیر فعال ہے۔ ان ڈورز گیم کمپلیکس کے ٹھیکیدار کے مطابق 2023 میں ان ڈورز گیم کمپلیکس کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا تھا لیکن دو سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی متعلقہ حکام ان ڈورز گیم کمپلیکس اپنی تحویل میں نہیں لے رہے جس کی وجہ سے انہیں مشکلات اور مالی مصائب درپیش ہیں۔ ایکسین بلڈنگ نے ایچ آر سی پی کے نمائندے کو بتایا اس سلسلے میں سپورٹس ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ حکام کو آگاہ کیا ہے لیکن نہ جانے سپورٹس ڈیپارٹمنٹ ان ڈورز گیم کمپلیکس کو تحویل میں لیکر سپورٹس سرگرمیاں شروع کرانے میں عدم دلچسپی سے کام کیوں لے رہا ہے۔ نوشکی کے سپورٹس حلقوں نے صوبائی وزیر سپورٹس سکریٹری سپورٹس کمشنر رخشان ڈویژن کمانڈنٹ نوشکی ملیشیا اور دیگر اعلیٰ حکام کی توجہ اس مسئلہ کی جانب مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کروڑوں روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والے ان ڈورز گیم کمپلیکس کو فعال بنا کر ترجیحی بنیادوں پر ان ڈورز گیم شروع کرانے کے لیے اقدامات کیے جائیں تاکہ نوجوان ان ڈورز گیمز میں حصہ لے سکیں۔

(محمد سعید)

شاہراہ کی بندش سے لوگوں کو مشکلات کا سامنا

نوشکی 28 مارچ سے حکومت نے بی این پی کے دھرنے کو کوئٹہ جانے سے روکنے کے لیے پاک ایران قومی شاہراہ بلوچستان کو کراچی سے ملانے والی شاہراہِ پر لکپاس ٹنل کے دونوں اطراف کنٹینرز لگا کر راستہ بند کر دیا ہے جس کی وجہ سے گزشتہ 8 دنوں سے رخشان قلات مکران ڈویژن کا رابطہ صوبائی دارالحکومت کوئٹہ سے منقطع ہو گیا ہے دوسری جانب ایران اور یورپ کا رابطہ بھی پاکستان سے منقطع ہو گیا ہے۔ عیدالفطر کے موقع پر ٹنل کی بندش کی وجہ سے ہزاروں مسافروں کو انتہائی مشکلات دشواریوں مالی مصائب اور وقت کے ضیاع سے دو چار ہونا پڑا۔ بلوچستان میں صحت کی سہولیات کی عدم فراہمی کی وجہ سے مذکورہ ڈویژن کے عوام کو علاج معالجے کے لیے صوبائی دارالحکومت کوئٹہ اور پورے بلوچستان کے عوام کو ایمرجنسی صورت میں کراچی جانا پڑتا ہے۔ شاہراہِ کی بندش سے بلوچستان بھر کے عوام کے مشکلات میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ شاہراہِ کی بندش سے مذکورہ ڈویژن اور اضلاع میں اشیاء خوردونوش بچوں کے دودھ زندگی بچانے والی ادویات، فروٹ، سبزیوں اور دیگر اشیاء کی قلت سے قیمتوں میں اضافہ سے غریب عوام کو مزید پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ٹیکسی اور ٹرانسپورٹرز نے متبادل کچے راستوں کی سے وجہ کرایوں میں سو فیصد اضافہ کر دیا جس سے مہنگائی میں اضافے ہو گیا ہے اور اب تو حکومت نے کچے راستوں پر خندقیں کھود کر کچے راستے بھی بند کر دیئے جو انسانی حقوق کے خلاف ورزیوں کے زمرے میں آتا ہے، عوام کے مصائب اور وقت کے ضیاع کو مدنظر رکھتے ہوئے لکپاس ٹنل سے کنٹینرز ہٹا کر شاہراہِ کو ٹریفک کے لیے بحال کیا جائے۔ انسانی ہمدردی کے پیش نظر ایمبولینس سروس کے لیے خصوصی راستے کی سہولت دی جائے۔ ایمرجنسی اور ڈیلوری کیسز میں وقت کے ضیاع سے مشکلات دشواریوں کے علاوہ اموات کے خطرات لاحق ہیں۔ نوشکی میں گزشتہ ایک سال سے گائنا کالوجسٹ سمیت ٹیچنگ ہسپتال اور پورے ڈسٹرکٹ میں لیڈی ڈاکٹروں کی آسامیاں خالی ہیں اور کم بیش یہی صورت حال پورے بلوچستان کی ہے شاہراہِ کی بندش سے جہاں بلوچستان کے عوام مشکلات کا شکار ہے۔ دوسری جانب پاک ایران ٹریڈ بھی متاثر ہو رہی ہے۔ تاجر برادری کو کروڑوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ شاہراہِ کی بندش کی وجہ سے تعلیمی مالیاتی اداروں سرکاری دفاتر میں اسٹاف کی کمی سے اداروں کی ساکھ متاثر ہو رہی ہے۔ پوری دنیا میں ایمبولینسز ہڑتال سے مستثنی ہوتے ہیں۔ ایمبولینسز کے لیے انسانیت کے پیش نظر اقدامات کیے جائیں۔

(سعید بلوچ)

لاکھوں افراد کی آواز ماہ رنگ بلوچ کی گرفتاری تشویشناک ہے (ملالہ یوسفزئی)

----- نوبل انعام یافتہ اور انسانی حقوق کی کارکن ملالہ یوسفزئی نے بلوچ یکجہتی کمیٹی کی رہنما ماہ رنگ بلوچ کی گرفتاری پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر جاری کردہ بیان میں کہا ''میں ماہ رنگ بلوچ کی گرفتاری پر پریشان اور فکرمند ہوں، ماہ رنگ ان لاکھوں بے آواز لوگوں کی نمائندگی کرتی ہیں جو خواتین اور بچے بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا سامنا کر رہے ہیں''۔ انہوں نے کہا ہے کہ احتجاج کرنا اور کمزور ترین لوگوں کے لیے آواز اٹھانا ان کا حق ہے اور انہیں فوری طور پر رہا کیا جانا چاہیے۔ ملالا یوسفزئی نے کہا ہے کہ میں ماہ رنگ بلوچ کے ساتھ کھڑی ہوں۔ ملالہ یوسفزئی کا یہ بیان اس وقت سامنے آیا ہے جب ماہ رنگ بلوچ اور بلوچ یکجہتی کمیٹی کے دیگر رہنماؤں کو پولیس نے گرفتار کر کے حراست میں لے لیا ہے، اس اقدام کی ملالہ سمیت دیگر انسانی حقوق کے کارکنوں نے مذمت کی ہے اور بلوچ کارکنوں کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔ انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی ماہ رنگ بلوچ کی گرفتاری کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہیں 38 گھنٹوں سے زائد عرصہ سے غیر قانونی طور پر حراست میں رکھا گیا ہے اور ان کے وکلاء اور خاندان سے ملاقات کی اجازت نہیں دی جا رہی۔ تنظیم نے پاکستانی حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ماہ رنگ بلوچ اور دیگر گرفتار شدگان کو فوری طور پر رہا کریں اور بلوچستان میں جاری من مانی گرفتاریوں کو بند کریں۔ ماہ رنگ بلوچ ایک معروف بلوچ کارکن ہیں جو بلوچستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف آواز اٹھاتی رہی ہیں، انہوں نے بلوچستان میں جبری لاپتہ افراد کے لیے احتجاجی مظاہروں کی قیادت کی ہے اور ریاستی جبر کے خلاف جدوجہد کی ہے۔ ماہ رنگ بلوچ وساتھیوں کی حالیہ گرفتاری نے انسانی حقوق کے کارکنوں اور تنظیموں کی جانب سے شدید ردعمل کو جنم دیا ہے، جو پاکستان میں آزادیِ اظہار اور پرامن احتجاج کے حق پر سوال اٹھا رہے ہیں۔ یہ پہلی بار نہیں ہے کہ ملالہ یوسفزئی نے ماہ رنگ بلوچ کی حمایت کی ہے۔ اس سے قبل بھی انہوں نے ماہ رنگ کی انسانی حقوق کے لیے کی جانے والی کاوشوں کو سراہا تھا اور ان کے کام کو تسلیم کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ ملالہ کا کہنا تھا کہ ماہ رنگ بلوچ کی سرگرمیوں کو تسلیم کیا جانا چاہیے نہ کہ انہیں روکا جائے۔ ماہ رنگ بلوچ کی گرفتاری اور اس پر ملالہ یوسفزئی سمیت دیگر انسانی حقوق کے کارکنوں کی تشویش نے پاکستان میں انسانی حقوق اور آزادیِ اظہار کے مسائل کے اظہار کو ایک بار پھر اجاگر کیا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں اور کارکنوں کا مطالبہ ہے کہ ماہ رنگ بلوچ اور دیگر گرفتار شدگان کو فوری طور پر رہا کیا جائے اور پرامن احتجاج کے حق کا احترام کیا جائے۔

(بشکریہ بلوچستان پوسٹ)

بیٹے کو قتل کر دیا

میانوالی تفصیلات کے مطابق روکھڑی کے نواحی علاقہ تری خیل سمند والہ لفٹ اریگیشن سکیم کے ساتھ رہنے والے پشتون خاندان کے بزرگ کا اپنے حقیقی بیٹے ندیم خان کے ساتھ جھگڑا ہو گیا جس پر مشتعل ہو کر خداداد خان نے پستول کے فائر کر کے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا ندیم خان گولی لگنے کی وجہ سے موقع پر دم توڑ گیا۔ خداداد فرار ہو گئے۔ پولیس ٹیم نے فرنزاک اور کرائم سین سے شواہد اکھٹے کیے۔

(محمد رفیق)

لاپتہ افراد

----- اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر فائیمن یانگ نے کہا کہ مسلح تنازعات، انسانی حقوق کی پامالیوں اور انسانی بحرانوں کے نتیجے میں لاپتہ افراد کی بڑھتی ہوئی تعداد مشکلات میں کمی لانے کے لیے فیصلہ کن اقدامات کا تقاضا کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ دو دہائیوں میں جنرل اسمبلی نے اپنی قراردادوں کے ذریعے اس مسئلے سے نمٹنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ رکن ممالک کو چاہیے کہ وہ لوگوں کی گمشدگی کو روکنے، لاپتہ افراد کے بارے میں اطلاعات کی فراہمی اور متاثرہ خاندانوں کو مدد دینے کے لیے اپنے قانونی نظام کو مضبوط بنائیں۔ فائیمن یانگ کا کہنا تھا، یہ بات یاد رکھنا ہوگی کہ لاپتہ افراد کے بحران سے نمٹنا انسانی حوالے سے ہی لازمی نہیں بلکہ یہ سبھی کا اجتماعی اخلاقی فریضہ بھی ہے۔ عزم اور یکجہتی کی بدولت دکھ کو انصاف اور غیر یقینی کو امید میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

عورتیں

لڑکا اور شادی شدہ عورت قتل

میانوالی تفصیلات کے مطابق، 28 مارچ کی رات کوئی ڈیڑھ بجے کے لگ بھگ علی محمد ولد غلام محمد اپنے بیٹے کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ وہ جب ڈیرہ لالے خیلہ نوالہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا صحن میں بلب بھی جل رہا تھا اور شور کی آوازیں آرہی تھیں۔ شور سن کر جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ چار مسلح افراد ظہیر عباس، ضامن عباس، محمد حنیف، نوکر عباس اس کے بیٹے شکیل عباس گھیرا ڈالے للکار رہے تھے اسی اثنا میں شکیل عباس پر فائرنگ شروع کردی جس کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ مواقع پر دم توڑ گیا۔ پھر شمیم بی بی پر بھی فائر کھول دیا جو ساتھ دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ وہ بھی جسم سے زیادہ خون بہے جانے کی وجہ سے دم توڑ گئی۔ ملزمان واردات کے فوری بعد وقوعہ سے فرار ہوگئے۔ پولیس نے جائے واردات پر پہنچ کر شواہد اکھٹے کیئے اور لاشیں ہسپتال منتقل کیں۔ مقتول شکیل عباس کے والد کی مدعیت میں ملزمان کے خلاف مقدمہ درج ہوگیا تھا۔

(محمد رفیق)

کالی کہہ کر قتل کر دیا

عمرکوٹ 11 مارچ کو سامارو شہر کے قریب قدیم گوٹھ کھاروڑ و خاصخیلی کے رہواسی دلشاد خاصخیلی کی 25 سالا نوجوان بیوی دعا خاصخیلی مبینا طور پر گولی لگنے سے ہلاک ہوگئی۔ وہ تین بچوں کی ماں تھی۔ ورثا (میکے اور سسرال دونوں) نے چوری چھپے نعش کو بغیر پوسٹ مارٹم کے دفنانے کی تیاریاں شروع کردیں۔ اطلاع پر سامارو پولیس نے بھاری نفری کے ہمراہ موقع پر پہنچ کر نعش اپنی تحویل میں تعلقہ ہسپتال سامارو منتقل کی وہاں پوسٹ مارٹم کے بعد ورثا کے حوالے کی۔ پولیس کے مطابق عورت کو سینے میں گولی لگی ہوئی تھی جس کے باعث وہ ہلاک ہوئی۔ پوسٹ مارٹم کے بعد مزید باریک بینی سے واقعے کی جانچ کی جارہی ہے۔ عورت کے بھائی نے کہا کہ گھر میں بھائیوں کا جھگڑا ہوا، جس سے وہ دل برداشتہ ہوکر بیہوش ہونے کے بعد ہلاک ہوگئی۔ اس طرح ایک مبینہ قتل کو فطری موت قرار دینے کی کوشش کی جارہی تھی کہ اسی دوران دعا کے شوہر دلشاد کی طرف سے پولیس تھانہ سامارو پر اپنے عزیز الہجڑ یو کے بیٹوں جمشید، یوسف اور ندیم کے خلاف کیس درج ہوا۔ 16 مارچ کو نامزد ملزمان کے والد الہجڑ یو خاصخیلی نے میڈیا اور انسانی حقوق کے کارکنوں کو بتایا کہ دعا کو اس کے سگے بھائیوں شان اور ولو خاصخیلی نے قتل کیا ہے کیوں کہ دعا لگ بھگ ڈیڑھ ماہ قبل گھر سے نکل گئی تھی۔ پھر علاقے کے عمائدین و برادری کی کوشش کے ذریعے واپس کروائی گئی تھی۔ دعا کو واپس گھر لانے کے بعد گھر کے اندر قید کیا گیا تھا۔ قتل کے واقعے سے ایک رات قبل دعا قتل کے خوف سے گھر سے نکل گئی تھی، اور قریبی گوٹھ میں اپنے خالہ زاد کے گھر پناہ لینے کے لیے گندم کے فصل سے چھپ چھپا کر گذر رہی تھی کہ اس کے بھائیوں نے ہتھیاروں اور ڈنڈوں سے لیس ہوکر گندم کی فصل کا گھیراؤ کر کے اسے پکڑ لیا اور سخت مار پیٹ کا نشانہ بنایا اور اگلی صبح اس کے بھائی شان خاصخیلی نے اس کے سینے میں گولی مار کر قتل کردیا۔ بعدازاں قتل کے نشانات مٹائے اور متقولہ کی دل کے دورے سے موت ہونے کا ڈرامہ رچایا۔ مقتول دعا کی والدہ بیواہ جادول خاصخیلی نے اپنے بیٹے حیدر کے ہمراہ میڈیا اور انسانی حقوق کے کارکنوں کو بتایا کہ دعا کو جمشید، یوسف اور ندیم نے قتل کیا ہے۔ انھوں نے پہلے ہی دھمکیاں دیں تھیں۔ اب ہم پر دباؤ ڈال کر پریشان کیا جارہا ہے۔ دعا خاصخیلی کے شوہر دلشاد خاصخیلی کے مطابق اس کی بیوی کو اس کے چچازاد بھائیوں جمشید، یوسف اور ندیم نے قتل کیا ہے۔ اب پولیس مقدمے سے دستبردار کرانا چاہتی ہے۔ آزاد ذرائع کے مطابق مقتولہ دعا خاصخیلی لگ بھگ ڈیڑھ ماہ قبل گھر سے نکل کر ٹنڈو جام کے قریب گوٹھ الھڈ نوساند کے رہواسی آفتاب عرف جگنو کے ساتھ فرار ہوگئی تھی جس کا وومین پولیس تھانہ عمرکوٹ میں مقدمہ بھی درج ہے۔ بعدازاں قتل واقعے سے کوئی دو ہفتے قبل علاقے کے لوگوں کی کوشش کے ذریعے واپس کرائی گئی تھی۔

(نامہ نگار)

11 سالہ بچی سے زیادتی کے بعد قتل کا معمہ حل

بہاولپور تفصیل کے مطابق بہاولپور کے نواحی علاقہ چاہ الائچی والا باقرپور کے رہائشی غلام محمد نے نامہ نگار کو بتایا کہ اس کی بیٹی فضاء بی بی جو کہ تیسری کلاس کی طالبہ ہے کو گھر کے قریب گلی کی نکڑ پر افطاری کے وقت پانی لینے کے لئے اس کی والدہ نے بھیجا مگر کافی دیر تک بچی کے نہ آنے پر اس کی والدہ نے قریبی گھروں سے پوچھا تو بچی کے نہ ہونے پر قریبی مسجد میں اعلان کیا۔ غلام محمد کا مزید کہنا تھا کہ اس کے بعد اس کی بیوی غلام فاطمہ نے محمد الیاس کے ہمراہ بچی کی تلاش میں گھر سے تھوڑے فاصلے پر سورج مکھی کے کھیت میں جا کر تلاش کیا تو وہاں سے بچی کے رونے کی آوازیں سنائی دیں۔ قریب جا کر دیکھا تو فضاء بی بی شدید زخمی حالت میں تھی۔ بچی کو فوری طور پر سر صادق ہسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ وہ فوت ہوچکی ہے۔ غلام محمد نے بتایا کہ فوری طور پولیس کو اطلاع دی تو ڈی پی او سمیت دیگر افسران موقع پر پہنچ آئے اور لاش کو بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال پوسٹ مارٹم کے بھیج دیا اور تحقیقات کا آغاز کردیا۔ پولیس تھانہ صدر کے تفتیشی سب انسپکٹر محمد عرفان نے نامہ نگار کو بتایا کہ اعلیٰ افسران کے احکامات پر تحقیقات کا آغاز کرتے ہوئے 15 کے قریب رشتہ داروں اور ہمسایوں کو شامل تفتیش کرتے ہوئے پولیس کے ہمراہ ڈی این اے ٹیسٹ کے لئے لاہور روانہ کردیا۔ پانچویں دن ڈی این اے ٹیسٹ کے نمونے میچ ہونے پر کامران عمیر، محمود مودی، انس اور عمر کو گرفتار کرلیا۔ نامہ نگار کے پوچھنے پر تفتیشی نے بتایا کہ انس اور عمر مقتولہ کے ماموں ہیں۔ ان سفاک ملزمان نے اجتماعی زیادتی کے بعد نیل کٹر سے بچی کا گلا کاٹ دیا۔ پولیس نے پرچہ درج کر کے چاروں ملزمان کو گرفتار کر رکھا ہے۔ واقعہ 24 مارچ کو پیش آیا تھا۔

(خواجہ اسداللہ)

ساس کو قتل کر دیا

عمرکوٹ ضلع عمرکوٹ کے علاقے پتھورو شہر کے قریب گوٹھ انور پنجابی میں شاہد آرائیں کے ہاتھوں کلہاڑی کے پے در پے حملوں میں شدید زخمی ہونے والی پارو کولہی سول ہسپتال حیدرآباد میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے 7 مارچ کو ہلاک ہو گئی۔ مقتولہ قاتل کی ساس تھی اور مذہب کے اعتبار سے ہندو تھی جبکہ مبینہ قاتل کا مذہب اسلام ہے۔ مقتولہ کے بیٹے ساجن کولہی کے مطابق اس کی بہن نے کچھ عرصہ قبل مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہونے کے بعد شاہد ولد اقبال آرائیں سے شادی کی تھی۔ ساجن کولہی کے مطابق، پارو اپنے قتل سے دس روز قبل اپنی بیٹی سے ملنے گئی تو ملزم شاہد نے کلہاڑی کے پے در پے وار کر کے اسے شدید زخمی کردیا۔ اسے تعلقہ ہسپتال پتھورو میں ابتدائی طبی امداد کے بعد بہتر علاج و معالج کے لئے سول ہسپتال حیدرآباد منتقل کیا گیا جہاں وہ زخموں کے تاب نہ لاتے ہوئے ہلاک ہوگئی۔ پولیس تھانہ غلام نبی شاہ نے مقتولہ کے بیٹے ساجن ولد پارو کولہی کی فریاد پر ملزم شاہد ولد اقبال آرائیں کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر کے ملزم کو گرفتار کرلیا۔ پولیس کی طرف سے مزید تفتیش جاری ہے۔

(نامہ نگار)

خاتون قتل

میانوالی کندیاں کے نواحی علاقہ گاؤن بان سنبل میں گھریلو جھگڑے پر دیور نے بھابھی کا گلا دبا دیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ پولیس نے لاش اپنے قبضہ میں لے کر پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال منتقل کر دی۔ واقعے کا مقدمہ درج کرلیا گیا ہے۔ جبکہ ملزم موقع سے فرار ہوگیا۔

(محمد رفیق)

بھابھی کو قتل کر دیا

نوشہرو فیروز 31 مارچ کو بھریا سٹی تھانہ کی حدود میں نواحی گاوں بگو دڑو میں دیور نے گھریلو تنازع پر مبینہ طور پر کلہاڑیوں کے پے در پے وار کر کے اپنی بھابھی کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ پولیس نے چھاپہ مار کر گرفتار کرلیا۔ تفصیلات کے مطابق، لاکھا روڈ کے گاؤں بگو دڑو میں گھریلو تنازع پر ملزم غلام ربانی اعوان نے مبینہ طور پر کلہاڑیوں کے پے در پے وار کر کے اپنی بھابھی نور جہان زوجہ جاوید اعوان کو قتل کر دیا اور موقع سے فرار ہوگیا۔ واقع کی اطلاع پر پولیس نے پہنچ کر لاش کو تحویل میں لے کر اسپتال منتقل کر دیا اور فرار ملزم کی تلاش میں مختلف جگہوں پر چھاپے مار کر اسے گرفتار کر کے مقدمہ درج کرلیا۔

(الطاف حسین قاسمی)

فائرنگ سے دو خواتین قتل

چنیوٹ تھانہ سٹی کے علاقہ میں 15 مارچ کو فائرنگ سے دو خواتین قتل، ایک شدید زخمی۔ محلّہ پورن پلاد میں رستم ولد بوٹا نے گھریلو تنازعہ پر اپنے سسرالیوں کے گھر فائرنگ کر دی۔ فائرنگ سے دو بہنوں شائلہ, اور ثناء دختران مختار قتل جبکہ ملزم کی فائرنگ سے اس کی بیوی روبی شدید زخمی ہوگئی جسے الائیڈ ہسپتال فیصل آباد منتقل کر دیا گیا۔ واقعہ کی اطلاع ملتے ہی سینئر پولیس افسران ہمراہ تھانہ سٹی پولیس موقع پر پہنچ گئے۔ جائے وقوعہ سے شواہد اکٹھے کئے جا رہے تھے جبکہ لاشوں کا پوسٹ مارٹم کروایا جا رہا تھا۔

(سیف علی خان)

بیوی کو قتل کر دیا

میانوالی موسیٰ خیل میانوالی کے نواحی علاقہ دلیلی والہ میں گھریلو جھگڑے پر شوہر نے اپنی بیوی کو قتل دیا۔ روزے کے بعد کام کاج کی وجہ سے تھکی ہوئی بیوی سے تلخ کلامی کے بعد شوہر طیش میں گیا اور فائر مار کر اپنی بیوی کو قتل کر دیا۔ پولیس نے لاش اپنی تحویل میں لے کر پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال منتقل کر دی اور ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرلیا۔

(محمد رفیق)

بچے

انسانی سمگلنگ کا شکار بچوں کو جنسی استحصال و گھریلو غلامی کا سامنا

----- بتایا جا رہا ہے کہ بچوں کی سمگلنگ دنیا بھر میں اربوں ڈالر مالیت کا انتہائی منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔ دنیا بھر میں انسانی سمگلنگ کا شکار ہونے والے افراد میں 40 فیصد تعداد بچوں کی ہے جنہیں جنسی استحصال، گھریلو غلامی، نوعمری کی شادی، مسلح گروہوں میں بھرتی اور مجرمانہ سرگرمیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ بچوں کے خلاف تشدد پر اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی نمائندہ خصوصی نجات مالا مجید نے اقوام متحدہ کی کونسل برائے انسانی حقوق کو بتایا ہے کہ غربت، غذائی عدم تحفظ، انسانی بحران اور نقل مکانی سے لے کر تشدد تک بہت سے بحرانوں کا باعث بننے والے مسلح تنازعات اس جرم کے بنیادی محرکات ہیں۔ بچوں کے سمگلران حالات کا سامنا کرنے والے لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنی سرگرمیوں کے لیے جدید ٹیکنالوجی سے کام لے رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک میں بچوں کی سمگلنگ کے جرم پر قانون اور سزائیں زیادہ سخت نہیں ہیں جس کی وجہ سے اس جرم کے ذمہ دار عناصر پکڑے نہیں جاتے۔ علاوہ ازیں، بدعنوانی، بدنامی، خوف اور تحفظ کی کمی جیسے مسائل بھی بچوں کے لیے انصاف اور مجرموں کو قانون کے کٹہرے میں لانے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

منافع بخش جرم

نمائندہ خصوصی کا کہنا ہے کہ بچوں کی سمگلنگ دنیا بھر میں اربوں ڈالر مالیت کا انتہائی منافع بخش کاروبار بن گیا ہے۔ جرائم پیشہ عناصر خفیہ رہنے کے لیے مصنوعی ذہانت سے کام لینے لگے ہیں اور ان کے نیٹ ورک تیزی سے پھیلتے اور منظّم ہوتے جا رہے ہیں۔ مسلح تنازعات کا سامنا کرنے والے بچوں کے مسائل پر اقوام متحدہ کی خصوصی نمائندہ ورجینیا گامبا نے کونسل کو بتایا ہے کہ دنیا بھر میں 16 فیصد سے زیادہ بچے ایسے علاقوں میں رہتے ہیں جو تنازعات کا شکار ہیں۔ تمام ممالک کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی پالیسیاں بنائیں جن کی بدولت بچوں کو نقصان سے تحفظ ملے اور وہ پرامن ماحول میں زندگی گزاریں۔

عصبی ٹیکنالوجی کے خطرات

عصبی ٹیکنالوجی جہاں بہت سے فوائد لے کر آئی ہے وہیں اسے انسان کے اندرونی خیالات، تصورات، جذبات حتیٰ کہ یادداشت کو قبضے میں لینے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نجی اخفا کے حق پر اقوام متحدہ کی خصوصی رابطہ کار اینا نوگریرس نے کونسل کو بتایا ہے کہ نیوروٹیکنالوجی کے آلات سائنس دانوں کو الزائمر، شیزوفرینیا، پارکنسن، مرگی، ڈپریشن اور اعصابی تھکن جیسے امراض کو سمجھنے، ان کی تشخیص اور ان کا نیا علاج ڈھونڈنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ تاہم، انہیں غیر قانونی مقاصد کے لیے بھی استعمال میں لایا جا سکتا ہے جسے روکنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر انضباطی طریقہ کار وضع کرنے کی ضرورت ہے جس میں قانونی و اخلاقی تحفظ کی فراہمی کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔ انہوں نے کونسل کو بتایا کہ ایسے آلات سے لوگوں کے عصبی نظام سے ان کی ذاتی معلومات براہ راست حاصل کی جا سکتی ہیں اور انہیں نقصان دہ مقاصد کے لیے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اس وقت ان آلات کے نقصان پہنچانے کی صلاحیت محدود ہے تاہم ان کے ذریعے دماغی سرگرمیوں میں تبدیلی لانا حتیٰ کہ انسانوں کو مصنوعی طور سے تبدیل کرنا بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ اس طرح یہ آلات انسانی حقوق اور وقار، اخفا، خودمختاری اور اختیار کی بنیادی اقدار کے لیے بہت بڑا خطرہ ثابت ہوں گے۔

نگرانی اور جبر کا خطرہ

انہوں نے کونسل کو بتایا کہ نیوروٹیکنالوجی کے ذریعے دماغی سرگرمی کو ڈی کوڈ کر کے کسی فرد کے انتہائی نجی خیالات اور جذبات تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ مناسب حفاظتی اقدامات کے بغیر یہ ٹیکنالوجی لوگوں کی غیر قانونی نگرانی کرنے یا ان پر جبر کے لیے بھی استعمال ہو سکتی ہے۔ حکومتیں، بڑے کاروباری ادارے یا تخریب کار عناصر بھی لوگوں کے نجی رویوں اور تصورات کو اپنے حق میں توڑنے موڑنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ نیوروٹیکنالوجی کے دماغی صحت کے حوالے سے فوائد کے باوجود یہ خدشہ موجود ہے کہ نیوروڈیٹا نا صرف لوگوں کی سوچ کو سامنے لا سکتا ہے بلکہ اس سے انسانی دماغ پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے۔ خصوصی اطلاع کار نے اس خطرے کی سنگینی سے خبردار کرتے ہوئے حکومتوں پر زور دیا کہ وہ اس حوالے سے فی الفور ضروری حفاظتی اقدامات متعارف کرائیں۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

اقلیتیں

عبادت گاہ کے میناروں کو مسمار کر دیا گیا

بہاولنگر 166 مراد، بہاولنگر میں مشتعل ہجوم کے دباؤ پر احمدیہ عبادت گاہ کے میناروں کو مسمار کر دیا گیا۔ دو گروہوں میں لڑائی جھگڑے کے دوران ایک شخص کی وفات کو جواز بنا کر احمدیوں کے خلاف کارروائی کی گئی۔ واقعہ کی غیر جانبدارانہ انکوائری کر کے انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں: ترجمان جماعت احمدیہ۔ 166 مراد، ضلع بہاولنگر میں مشتعل ہجوم کے دباؤ پر پولیس نے بھاری مشینری سے جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ کے میناروں کو مسمار کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق کچھ عرصہ سے جماعت احمدیہ کے مخالفین اور شر پسند عناصر اس کوشش میں تھے کہ احمدیہ بیت الذکر کے مینار گرائے جائیں۔ 8 مارچ بروز ہفتہ مخالفین کے دو گروہوں کا کسی معاملہ پر آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ ان کی آپس میں تلخ کلامی اور گالم گلوچ کے دوران امجد نامی فرد کی طبیعت خراب ہونے پر اسے ہسپتال لے جایا جا رہا تھا کہ راستہ میں اس کی وفات ہو گئی۔ مذکورہ معاملہ کے وقت قرب و جوار میں کوئی احمدی موجود نہ تھا تاہم تحریک لبیک نے مذکورہ شخص کی وفات کو جواز بنا کر ڈاہرانوالہ میں احتجاج شروع کر دیا اور سوشل میڈیا کے ذریعہ لوگوں کو اشتعال دلایا گیا کہ اسے احمدیوں نے قتل کر دیا ہے اور پھر اس کو جواز بنا کر مطالبہ کیا گیا کہ احمدیہ بیت الذکر چک نمبر 166 کو منہدم کیا جائے اور احمدیوں کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کیا جائے۔ مشتعل ہجوم نے اس موقع پر ٹائر وغیرہ بھی جلائے۔ پولیس نے مشتعل ہجوم کے ان مطالبات کو تسلیم کرنے میں عافیت جانی کہ متوفی کی تدفین سے پہلے احمدیہ بیت الذکر کے مینار منہدم کئے جائیں اور ان کے مطالبات کے مطابق مقدمہ درج کیا جائے۔ مخالفین کے مطالبے پر پولیس نے 2 احمدیوں کے علاوہ 7 دیگر مقامی افراد کے خلاف دفعات 302,109,148,149 کے تحت مقدمہ درج کر لیا۔ بعد ازاں، رات کے اندھیرے میں احمدیہ عبادت گاہ کے میناروں کو بھاری مشینری سے مسمار کر دیا۔ اس کارروائی کے دوران احمدیوں کے گھروں کے دروازے توڑ کر لوٹ مار بھی کی گئی۔ ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان عامر محمود نے مشتعل ہجوم کے بے بنیاد مطالبات اور احمدیہ عبادت گاہ کے میناروں کی مسماری پر اور 2 احمدیوں کے خلاف مقدمہ درج کرنے کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ محض ایک گروہ کی خوشنودی کے لئے احمدیہ عبادت گاہ کے مینار غیر قانونی طور پر مسمار کرنا قابل افسوس ہے۔ ترجمان نے مطالبہ کیا ہے کہ اس واقعہ کی غیر جانبدارانہ انکوائری کی جائے اور جو بھی اس معاملہ میں ملوث ہے اس کے خلاف قانون کے مطابق سخت کارروائی کی جائے۔

(نامہ نگار)

احمدی برادری پر عقیدے کی بنیاد پر مظالم کا سلسلہ جاری

کراچی سرجانی ٹاؤن کراچی میں جمعہ کے روز عبادت کرنے پر 25 سے زائد احمدیوں پر مقدمہ، 6 گرفتار، پولیس نے احمدیہ عبادت گاہ سے عبادت گزار احمدیوں کو حراست میں لیا جبکہ عبادت گاہ کو تالہ لگا دیا۔ احمدیوں کو مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روکنا آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 کی واضح خلاف ورزی ہے۔ 7 مارچ جمعہ کے روز سرجانی ٹاؤن کراچی میں مشتعل ہجوم نے احمدیہ عبادتگاہ کا گھیراؤ کر لیا۔ پولیس اور رینجرز موقع پر پہنچی تو ہجوم کی قیادت کرنے والوں نے پولیس کو مجبور کیا کہ وہ احمدیہ عبادت گاہ میں جمع ہونے والے افراد کو حراست میں لیں اور مقدمہ درج کریں۔ جس پر پولیس نے احمدی عبادت گزاروں کو حراست میں لے لیا۔ بعد ازاں ہجوم نے تھانے کا گھیراؤ بھی کر لیا اور احمدیوں کیخلاف مقدمہ کے اندراج کا مطالبہ کیا۔ ہجوم کے دباؤ پر پولیس نے زیر نمبر 290 مقدمہ زیر دفعات 298 سی اور 34 درج کر کے 6 احمدیوں کو مقدمہ میں گرفتار کر لیا۔ نیز احمدی عبادت گاہ کو پولیس نے بلا جواز تالہ لگا دیا۔ ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان عامر محمود نے احمدیہ عبادت گاہ کی چار دیواری کے اندر سے پرامن عبادت گزاروں کو بلا جواز حراست میں لے کر بے بنیاد مقدمہ کے اندراج اور عبادت گاہ کو بلا جواز تالہ لگا کر بند کرنے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 20 میں مذہبی آزادیوں کی ضمانت دی گئی ہے کہ پاکستان کے شہریوں کو اپنے مذہبی عقائد رکھنے اور ان پر عمل کرنے کی آزادی ہے۔ ترجمان نے کہا کہ ایک انتہا پسند گروہ کے اس طرح کے بڑھتے ہوئے جارحانہ اقدامات اور بے بنیاد مقدمات کے اندراج کے مطالبات پر محبِ وطن احمدیوں کے خلاف ماورائے قانون کارروائیاں جگ ہنسائی کا سبب بن رہی ہیں۔ یہ واضح ہے کہ انتہا پسندوں کے ناجائز مطالبات کا سلسلہ کہیں رکنے والا نہیں ہے۔ ذمہ دار ریاستی حکام کو پاکستانی احمدیوں کے انسانی حقوق کو یقینی بنانا چاہئے۔

(نامہ نگار)

نابالغ ہندو بچی اغوا، جبری تبدیلی مذہب

عمرکوٹ کنری شہر کے علاقے جوزف آباد میں لگ بھگ ڈیڑھ ماہ قبل مبینہ طور پر اغوا ہونے والی 13 سالہ ہندو بچی ناجو کولہی کے والد آسن کولہی نے پولیس تھانہ کنری پر بتاریخ 2025-03-19 کو چار ملزمان ہر ایک علی گشکوری، لالو، مہران اور گلاب گشکوری کے خلاف کیس درج کراتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ 6 فروری 2025 کو نامزد مذکورہ ملزمان نے ہمارے گھر میں گھس کر، ہتھیاروں کے زور پر میری 13 سالہ نابالغ بچی کو اغوا کر لیا۔ بعد میں ملزمان نے میری نابالغ بچی کا تبدیلی مذہب کے بعد نکاح بھی کروایا۔ اس وقت ہم شکایت لے کر کنری پولیس کے پاس گئے لیکن پولیس نے مقدمہ درج نہیں کیا تھا۔ بچی کی ماں ہنجو اور والد آسن کولہی نے وقوعہ کے متعلق بتایا کہ ہم نے اغوا کے دن ملزمان کے اہل خانہ کو شکایت کی تو انھوں نے بچی جلد واپس دینے کے دلاسے دیے۔ کنری پولیس نے بھی مقدمہ درج کرنے سے انکار کرتے ہوئے، وومین پولیس تھانہ عمرکوٹ کے پاس جانے کا مشورہ دے کر لوٹا دیا۔ کورٹ سے رجوع کیا گیا تو کورٹ نے درخواست رد کر دی۔ آخر کار مسلسل کوشش اور ہر محاذ پر شکایات کرنے پر کنری پولیس نے مجبور ہو کر بتاریخ 2025-03-19 کو مقدمہ درج کیا ہے۔ بچی کی والدہ کا مزید کہنا تھا کہ بچی کے پیدائش اور اسکول سرٹیفکیٹ بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ اس لحاظ سے ہماری بچی نابالغ ہے۔ ہم غریب اور مسکین لوگ ہیں۔ ملزمان نے ہمارے اور ہماری نابالغ بچی کے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے۔ انھوں نے متعلقہ حکام سے مطالبہ کیا کہ ہماری معصوم بچی کو ملزمان سے بازیاب کروا کر، ملزمان کے خلاف سخت قانونی کارروائی کر کے ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔ کنری پولیس کے مطابق: پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے کیس میں نامزد ایک ملزم علی گشکوری کو گرفتار کر لیا ہے اور مزید کارروائی کے لئے کیس وومین پولیس تھانہ عمرکوٹ کے حوالے کیا ہے۔ اطلاع کے مطابق ضلعی چائلڈ پروٹیکشن آفیسر نے بھی بچی کی عمر چھوٹی ہونے کی تصدیق کی ہے۔

(نامہ نگار)

احمدیہ عبادت گاہ کو بند کروانے کے لیے مشتعل ہجوم کا دھرنا

سرگودھا چک 71 جنوبی بھاگٹانوالہ ضلع سرگودھا میں احمدی عبادت گاہ کو سیل کرانے اور جمعہ کی عبادت کرنے پر احمدیوں کے خلاف نیا مقدمہ قائم کرنے کے لئے شر پسند عناصر نے ہجوم اکٹھا کر کے دھرنا دے دیا جبکہ پولیس بھی موقع پر موجود ہے۔ وطن عزیز پاکستان خصوصاً پنجاب میں چند ہفتوں سے انتہا پسند عناصر احمدیوں کی عبادت گاہوں کا گھیراؤ کر کے اشتعال انگیزی کر رہے ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ احمدی جمعہ کی عبادت نہ کر سکیں اور عبادت گاہوں کو سیل کر دیا جائے۔ 28 فروری کو ڈسکہ اور بھاگٹانوالہ ضلع سرگودھا اور 7 مارچ کو سرجانی ٹاؤن کراچی میں درجنوں احمدیوں کے خلاف جمعہ کو عبادت کرنے پر مقدمات درج کرائے گئے جن میں 28 احمدیوں کو گرفتار کیا گیا۔ 13 مارچ کو 209 گ ب ضلع فیصل آباد میں صبح کے وقت احمدی عبادت گاہ پر انتہا پسندوں نے حملہ کر دیا۔ فائرنگ کی اور وہاں موجود احمدیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ 14 مارچ کو فیصل آباد، لیہ، سرگودھا، گوجرانوالہ، سیالکوٹ اور دیگر مقامات پر انتہا پسندوں نے احمدی عبادتگاہوں کے باہر اشتعال انگیز نعرے بازی کی۔ ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان عامر محمود نے احمدی عبادت گاہوں کو ماورائے قانون سیل کرانے اور احمدیوں کو اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے سے روکنے کے لئے انتہا پسندوں کی اشتعال انگیز کارروائیوں کی مذمت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 کے مطابق ہر پاکستانی شہری کو اپنے عقیدہ کے مطابق اس پر عمل کرنے کا حق ہے۔

(نامہ نگار)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

جبری گمشدگیوں کا مسئلہ عالمی توجہ کا متقاضی، انسانی حقوق چیف

------- اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق وولکر ترک نے لاپتہ افراد کے بحران پر قابو پانے کے لیے عالمی سطح پر فوری اقدامات کے لیے زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ اپنے عزیزوں کی گمشدگی کا دکھ دل سے کبھی محو نہیں ہوتا اور کسی بھی فرد کے لیے یہ بہت بڑی تکلیف ہے۔اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں لاپتہ افراد کے مسئلے پر اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ لوگوں کے لیے اپنے گمشدہ پیاروں کی اطلاع نہ ہونے اور انہیں انصاف کی فراہمی کے بغیر تکلیف کا یہ سلسلہ آئندہ نسلوں تک جاری رہتا ہے۔رکن ممالک کو چاہیے کہ وہ اس جرم کا خاتمہ کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کریں۔

لاپتہ افراد کی ریکارڈ تعداد

انہوں نے رکن ممالک کو لاپتہ افراد کے بارے میں سیکرٹری جنرل کی تازہ ترین رپورٹ سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ 2024 کے دوران 56,559 افراد لاپتہ ہوئے جو گزشتہ دو دہائیوں میں کسی برس ریکارڈ کی جانے والی ایسی سب سے بڑی تعداد ہے۔ بڑے پیمانے پر تنازعات اور ان میں بین الاقوامی انسانی قانون کی پامالی اس جرم میں اضافے کے بڑے اسباب ہیں۔دوران جنگ لاپتہ ہونے والے لوگوں کو تشدد، بدسلوکی اور ناجائز حراست کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کئی مواقع پر انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ جبری یا غیر رضا کارانہ گمشدگیوں پر اقوام متحدہ کے ورکنگ گروپ نے گزشتہ 45 سال کے دوران 115 ممالک میں شہریوں جبری لاپتہ کیے جانے کے 62 ہزار واقعات کی تفتیش کر کے لوگوں کو بازیاب کرایا یا ان کے بارے میں مصدقہ اطلاعات حاصل کی ہیں۔

تین ضروری اقدامات

وولکر ترک نے بتایا کہ اس مسئلے کے متاثرین کی خاطر بالخصوص تین سمتوں میں کام کرنا بہت ضروری ہے۔سب سے پہلے، انسانی حقوق کے نظام کو مضبوط بنانا اور اس پر عملدرآمد کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے رکن ممالک سے کہا کہ وہ تمام لوگوں کو جبری گمشدگی سے تحفظ دینے کے بین الاقوامی کنونشن کی توثیق کریں اور اسے اپنے ملکی قوانین کا حصہ بنا کر اس پر فعال طور سے عملدرآمد یقینی بنائیں۔اس کے بعد، ہائی کمشنر نے انصاف اور احتساب کو لازمی قرار دیتے ہوئے کہا کہ لاپتہ افراد کے بارے میں ان کے عزیزوں اور دیگر کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں ہیں یا ان کے ساتھ کیا بیتی۔انہوں نے ایسے لوگوں کی بات سننے اور ان سے سیکھنے پر زور دیتے ہوئے واضح کیا کہ خواتین اور بچے اس مسئلے سے غیر متناسب طور سے متاثر ہوتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ اقوام متحدہ کا دفتر برائے انسانی حقوق اس مسئلے کے متاثرین اور حکومتوں کو انسانی حقوق سے متعلق اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں مدد دینے کے لیے پرعزم ہے۔

(نامہ نگار)

لاپتہ افراد کی بازیابی کا مطالبہ

نوشکی ضلع مستونگ کے علاقے کردگاپ سے 10 لاپتہ ہونے والے نوجوانوں کے لواحقین جن میں بڑی تعداد میں خواتین بھی شامل تھیں، نے یکم مارچ کو اپنے پیاروں کی بازیابی کے لیے بطور احتجاج کردگاپ کراس کے قریب بین الاقوامی پاک ایران قومی شاہراہ پر دھرنا دیکر شاہراہِ بلاک کر دیا جس کی وجہ سے نوشکی، دالبندین، چاغی، خاران، واشک، نوکنڈی، ماشکیل، تفتان، ریکوسیندک، ایران اور یورپ کا زمینی رابطہ منقطع ہوگیا جس سے پاک ایران تجارت بھی متاثر ہوئی۔درجنوں گیس بوزر پھنسنے کی وجہ سے پنجاب اور سندھ میں گیس کا بحران پیدا ہوگیا۔ایران سے سیب وانگور برآمد کرنے والے ایرانی ٹریلر بھی ہڑتال میں پھنس گئے۔ 9 دن کی طویل ہڑتال کی وجہ سے فروٹ اور دیگر اجناس خراب ہونے کی وجہ سے تاجروں اور ٹرانسپورٹروں کو کروڑوں روپے کا نقصان اٹھانا پڑا۔نوشکی سمیت رخشان ڈویژن کے لیے اشیاء خورد ونوش ادویات فروٹ سبزیاں اور دیگر ضروریات کی اشیاء کوئٹہ سے سپلائی ہوتی ہیں۔سڑک کی بندش سے اشیاء خورد ونوش فروٹ ادویات اور بچوں کے دودھ کی قلت سے عوام کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ رمضان المبارک میں مسافروں کو افطار وسحری کے اوقات میں کافی مصائب سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ مزکورہ پوائنٹ پر مسافروں کے لئے کوئی سہولت موجود نہیں تھی۔8 مارچ کو خواتین کے عالمی دن کے موقع پر کردگاپ کی خواتین نے اپنے پیاروں کی بازیابی کے لیے کھلے آسمان تلے سڑکوں پر رات گزاری۔ 9 مارچ کو بلوچ یکجہتی کمیٹی کی مرکزی آرگنائزر ڈاکٹر ماہ رنگ بلوچ نے احتجاجی مظاہرین سے اظہار یکجہتی کیا۔ 9 مارچ کو ڈپٹی کمشنر زویب اللہ اسٹنٹ کمشنر کردگاپ عبداللہ اچکزئی، اسٹنٹ کمشنر محمد اکرم، میونسپل کمیٹی مستونگ کے چیئرمین ڈاکٹر فیصل منان جبکہ لاپتہ افراد کے جانب سے میر جنگی خان سرپرہ حاجی محمد اشرف سرپرہ اور مولوی زبیر احمد کے مابین کامیاب مذاکرات کے بعد 9 مارچ کو شب 10 بجے تحریری معاہدہ کے بعد احتجاجی مظاہرین نے پاک ایران قومی شاہراہ این 40 کھول کر احتجاج ختم کر دیا۔تحریری معاہدہ کے مطابق کسی بھی لاپتہ فرد کو جعلی پولیس مقابلوں میں مارا نہیں جائے گا؛ چار لاپتہ افراد کو 15 دن تک بازیاب کیا جائے گا؛ چھ لاپتہ نوجوانوں کی بازیابی کے لیے ایک ماہ کی مہلت دی گئی؛ احتجاجی مظاہرین میں شامل کسی کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہوگی؛ اور شرائط پر عمل نہ ہونے کی صورت میں لواحقین کو دوبارہ احتجاج کا حق حاصل ہوگا۔کردگاپ سے دس نوجوانوں کو لاپتہ کیا گیا تھا۔ان میں عبدالمالک ولد عبدالخالق سرپرہ کو 25 جولائی 2011، قاضی آباد نوشکی سے جمیل احمد ولد عبدالغنی سرپرہ کو 25 جولائی 2015، غلام فاروق ولد عبدالرسول سرپرہ کو 26 جون 2016، محمد ذاکر ولد محمد یوسف سرپرہ کو 30 اگست، راشد ولد محمد یوسف سرپرہ کو 18 دسمبر 2021، جاوید شمس ولد شمس الحق سرپرہ کو 31 اگست 2021، میر تاج محمد ولد میر عبدالرحمان سرپرہ کو 19 جولائی 2020، ظہور احمد ولد علی گل سرپرہ کو جولائی 2021 جبکہ سجاد احمد ولد علی احمد سرپرہ کو جولائی 2021 کو لاپتہ کیا گیا۔لاپتہ ہونے والوں میں دو بھائی بھی شامل ہیں۔جبکہ نوشکی سے لاپتہ ہونے والے ابرار بلوچ، رسول بخش، اور سہیل احمد کی ہمشیرہ سلیمہ نائلہ، مہر خاتون اور دیگر لواحقین نے پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بلوچستان میں جبری گمشدگی کا مسئلہ گھمبیر صورت اختیار کر چکا ہے۔اب جبری گمشدگیاں روز کا معمول بن چکی ہیں۔ جبری گمشدگی ایک انسانیت سوز عمل ہے اور عالمی قوانین کے تحت سنگین جرم ہے۔کسی فرد کو جبری طور پر لاپتہ کرنا اس کے پورے خاندان کو اجتماعی اذیت میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے۔اس غیر انسانی عمل سے پورے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ حالیہ واقعات کے پیش نظر جبری طور پر لاپتہ افراد کے خاندانوں اور معاشرے میں بے چینی اور تشویش بڑھ رہی ہے۔انہوں نے الزام لگایا 7 فروری 2025 کو جمال آباد کے رہائشی رسول بخش ولد حسین بخش اور سہیل احمد ولد بابو ندام کو سیکورٹی فورسز نے بدل کاریز کے قریب لاپتہ کر دیا۔ 28 فروری 2025 کو کلی جمالدینی کے رہائشی ابرار بلوچ ولد اکبر جمالدینی کو انکے گھر سے سیکورٹی فورسز کے اہلکار اٹھا کر ساتھ لے گئے۔انہوں نے کہا کہ اس پریس کانفرنس کے ذریعے ہم حکومت کو بتانا چاہتے ہیں ہم اپنے پیاروں کی جبری گمشدگی کے واقعات کے خلاف خاموش نہیں بیٹھیں گے۔

(محمد سعید)

پولیس کی مظاہرین کے خلاف کارروائی

ٹنڈو محمد پولیس نے ٹنڈو محمد خان پریس کلب کو چاروں اطراف سے گھیر لیا۔اطلاعات کے مطابق سندھوی پر چولستان کو آباد کرنے کے لیے دریائے سندھ سے نہریں نکالنے کے منصوبے کے خلاف احتجاج کرنے والوں کے خلاف پولیس حرکت میں آ گئی۔مختلف قوم پرست اور سیاسی وسماجی تنظیموں کے احتجاج کے بعد پریس کلب میں احتجاج روکنے کے لیے پولیس نے پریس کلب کا گھیراؤ کر لیا۔

(محمد رمضان شورو)

ایچ آر سی پی شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص سیل موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔اس وقت سے،ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ہم جونہی خواتین کے خلاف تشدد،محکمہ جاتی مسائل،اقلیتوں کے حقوق،جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب،جبری گمشدگیوں،سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔تاہم،مالی معاونت،سیاسی پناہ،جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار

جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کر دیتے ہیں۔ہمارا بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

ہم سے رابطہ کریں

اگر آپ نے کوئی شکایت درج کرانی ہے تو ہمیں کال کر سکتے ہیں،واٹس ایپ کر سکتے ہیں،ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کروا سکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کر سکتے ہیں۔

لاہور	کراچی	پشاور
ایوان جمہور۔107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600 فون : 5969 3586 ,8341 3583 ,4994 3586 42 92+ ای میل : hrcp@hrcp-web.org ویب سائیٹ : www.hrcp-web.org مرکز شکایات سیل فون : 5969 3584 042 92+ موبائل : 4884 341 0321 92+ ای میل: complaints@hrcp-web.org	یونٹ نمبر 08،فلور 1 سٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (الاکو ہاؤس) عبداللہ ہارون روڈ صدر، کراچی۔74400 فون : 7132 3563 ,7131 3563 21 92+ شکایات سیل (موبائل) : 6287 111 315 92+ ای میل : karachi@hrcp-web.org	43 گلشن اقبال لین (نزد اراب روڈ شاپ) یونیورسٹی روڈ، پشاور فون : 4253 584 091 92+ شکایات سیل (موبائل) : 0640 950 0318 92+ ای میل : peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد	کوئٹہ	حیدر آباد
آفس B-1،فلور 2 بلاک ڈی-12، (اوپر فیصل بینک) جی 8، مرکز، اسلام آباد فون : 1127 835 51 92+ شکایات سیل (موبائل) : 4773 569 333 92+ ای میل : islamabad@hrcp-web.org	فلیٹ نمبر C-6 کبیر بلڈنگ ایم۔اے جناح روڈ، کوئٹہ فون : 7869 282 81 92+ شکایات سیل (موبائل) 6125 294 306 92+ ای میل : quetta@hrcp-web.org	306- فائزہ آرکیڈ، (لوفٹ اینڈ میزانائن فلور) نزد مسجد حاجی شاہ بخاری درگاہ صدر کنٹونمنٹ، حیدر آباد فون : 770 720 ,3688 278 22 92+ فیکس : 4645 278 22 92+ شکایات سیل (موبائل) : 2222 339 310 92+ ای میل : hyderabad@hrcp-web.org

ملتان	گلگت	تربت/مکران
2511/5A ابدالی کالونی نزد بریٹین سکول ملتان فون : 7217 451 61 92+ شکایات سیل (موبائل) : 5529 665 331 92+ ای میل : multan@hrcp-web.org	آفس نمبر 8-9، رانگ ٹیل پلازہ جماعت خانہ روڈ، ذوالفقار آباد کالونی، جتیال، گلگت موبائل : 5553 547 0344 92+ شکایات سیل (موبائل) : 1088 454 355 92+ ای میل : gilgit@hrcp-web.org	پرواز ہاؤس، بالمقابل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی پسنی روڈ، تربت، کیچ فون : 365 413 852 92+ شکایات سیل (موبائل) : 2406 234 323 92+ ای میل : turbat@hrcp-web.org

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق جہدِ حق کے تمام قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ یہ رسالہ مفت ہے۔ قارئین کو کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوامِ عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1: تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقتدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3: ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4: کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5: کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8: ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موئثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9: کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10: ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11: (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13: (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14: (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15: (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16: (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17: (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18: ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20: (1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21: (ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23: (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25: (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26: (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27: (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ - 28: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29: (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو و نما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر : مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سیدرضاشاہ